

اُردو 6

کی چھٹی کتاب

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو

آزمائشی اشاعت



اُردو کی چھٹی کتاب

چھٹی جماعت کے لیے



سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو

ناشران
شیخ شوکت علی اینڈ سنز
اُردو بازار۔ ایم اے جناح روڈ
کراچی

تیار کردہ: مڈل اسکول پراجیکٹ

مُشاورِ اردو: ڈاکٹر عطش درانی

پراجیکٹ ٹیم

ٹیم لیڈر : ڈاکٹر نسطور این بال مورس

شریک ٹیم لیڈر : ڈاکٹر شوکت علی صدیقی

مُشاورِ نصاب اردو : ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی

عالمی مُشاورِ درسی کتاب : ڈاکٹر نعمہ این ارموسہ

ٹیکسٹ بک ٹیم : جناب تاج محمد (وفاقی وزارت تعلیم)
جناب محمد زبیر منگلوری (سرحد ٹیکسٹ بک بورڈ)
جناب محمد ناظم علی خاں ماتلوی (سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ)
زولیجہ بازئی (بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ)
ڈاکٹر رحیم بخش شاہین (مصر)
جناب محمد عطا اللّٰہ (استاد اردو)
پروفیسر جناب بشیر محمود اختر (ایڈیٹر)
سید مسرت حسین رضوی (ادارہ نصاب سندھ)
شیخ نعمت اللّٰہ (استاد اردو)
پروفیسر مرزا سلیم بیگ (سندھ یونی ورسٹی)

ترتیبِ نو و مُصنّفینِ برائے سندھ : پروفیسر ڈاکٹر سعدیہ نسیم
ثُریا حنیف (استانی اردو)
پروفیسر عنایت علی خان ٹونکی
ڈاکٹر عبدالحق خان حسرت کاسگنجوی
محمد ناظم علی خان ماتلوی

مدیر : محمد ناظم علی خان ماتلوی

طابع : سندھ آفسٹ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز کراچی

فہرست مضامین

پیش لفظ

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ ایک ایسا تعلیمی ادارہ ہے جس کا فریضہ درسی کُتُب کی تیاری و اشاعت ہے۔ اس کا اوّلین مقصد ایسی درسی کُتُب کی تیاری و فراہمی ہے جو نسلِ نو کو شعور و آگہی اور ایسی صلاحیت بخشیں جن کے ذریعے وہ اسلام کے آفاقی نظریات ، بھائی چارے، اسلاف کے کارناموں اور اپنے ثقافتی ورثہ و روایات کی پاسداری کرتے ہوئے دورِ جدید کے نت نئے سائنسی ،تکنیکی اور معاشرتی تقاضوں کا مقابلہ کر کے کامیاب زندگی گزار سکے۔

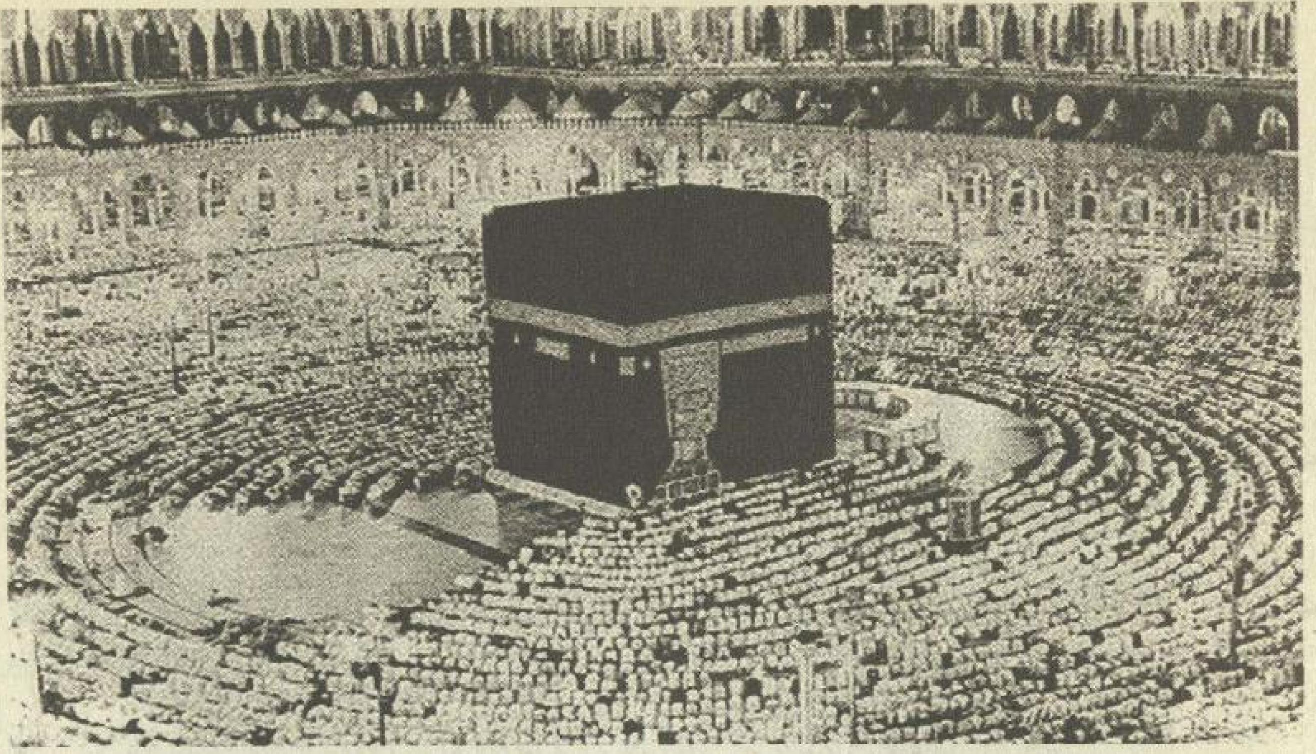
اس اعلیٰ مقصد کی تکمیل کی غرض سے اہلِ علم ، ماہرینِ مضامین ، مدرّسینِ کرام اور مخلص احباب کی ایک ٹیم ہر چار سمت سے حاصل ہونے والی تجاویز کی روشنی میں درسی کُتُب کے معیار، جائزے اور ان کی اصلاح کے لیے ہمارے ساتھ پیہم مصروف عمل ہے۔

ہمارے ماہرین اور اشاعتی عملے کے لیے اپنے مطلوبہ مقاصد کا حُصُول اُسی صورت میں ممکن ہے کہ ان کُتُب سے اساتذہ کرام اور طلبہ و طالبات کماحَقّہٗ استفادہ کریں۔ علاوہ ازیں ان کی تجاویز و آراء کُتُب کے معیار کو مزید بہتر بنانے میں ہمارے لیے مُمِد و مُعاون ثابت ہوں گی۔

مشتاق احمد ایچ قریشی

چیئرمین

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو، سندھ



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

(شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے)

حمد

تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا
کیسی زمیں بنائی، کیا آسماں بنایا

مٹی سے بیل بوٹے کیا خوش نُما اُگائے
پہنا کے سبز خِلعت ان کو جواں بنایا

خوش رنگ اور خوش بُو گل پھول ہیں کھلائے
اس خاک کے کھنڈر کو کیا گلِستاں بنایا

سورج سے ہم نے پائی گرمی بھی، روشنی بھی
کیا خوب چشمہ تو نے اے مہرباں بنایا

یہ پیاری پیاری چڑیاں، پھرتی ہیں جو چہکتی
قدرت نے تیری ان کو تسبیح خواں بنایا

رحمت سے تیری کیا کیا ہیں نعمتیں مُیسَّر
ان نعمتوں کا مجھ کو ہے قدرداں بنایا

ہر چیز سے ہے تیری کاری گری ٹپکتی
یہ کارخانہ تو نے کب رائگاں بنایا

(مولانا اسمٰعیل میرٹھی)

مشق

۱۔ شاعر نے خاک کو کھنڈر کیوں کہا ہے؟

۲۔ سورج سے ہمیں کیا کیا نعمتیں ملتی ہیں؟

۳۔ شاعر نے چڑیوں کے چہکنے کو تسبیح کرنا کیوں کہا؟

۴۔ شاعر نے زمین اور آسمان بنانے کی تعریف کرتے ہوئے ''کیسی'' اور ''کیا'' کے الفاظ ''بہت خوبصورت'' کے معنی میں استعمال کیے ہیں۔ آپ ایسا کوئی اور لفظ اس معنی میں بتائیے۔

۵۔ ''خوشبو'' کا لفظ یہاں ''اچھی بو والے'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس حمد سے ایسے الفاظ چن کر یہاں لکھیے جو کسی اچھائی یا برائی کو بیان کرتے ہیں۔

۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ پر اِعراب لگائیے اور انھیں بلند آواز سے پڑھ کر صحیح تلفظ کی مشق کیجیے۔

تعریف۔ خلعت۔ کھنڈر۔ گلستان۔ چشمہ۔ چہکتی۔ تسبیح۔ سیر

اس کی قدرت سے پھول مہکے ۔۔۔ پھولوں پہ پرند آکے چہکے
چڑیوں کے عجیب پر لگائے ۔۔۔ اور پھول ہیں عطر میں بسائے
مٹی سے خدا نے باغ اُگائے ۔۔۔ باغوں میں اسی نے پھل پکائے

۷ ان شعروں میں ''لگائے''، ''بسائے''، ''اُگائے''، ''پکائے'' سب کرنے کے کام ہیں۔ آپ دس ایسے اور الفاظ لکھ کر اپنے استاد/ استانی کو دکھائیے۔

۸۔ حمد کے سبق کو اپنے لفظوں میں اس طرح لکھیں کہ اللّٰہ تعالیٰ کے لیے فعل کے طور پر لکھے گئے لفظ ''جہاں بنایا''، ''آسماں بنایا'' کی بجائے ''جہاں بنانے والا ہے''، ''آسماں بنانے والا ہے'' کی طرح کے جملے بن جائیں۔

..............☆..............

رسولِ پاک ﷺ کی شفقت اور سادگی

اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ علَیہِ وآلِہٖ وَسَلَّم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپؐ نہایت شفیق اور رحم دل تھے۔ دوست، دُشمن سب کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ کسی کو تکلیف میں مبتلا دیکھتے تو اُس کا دُکھ درد دُور کرنے کی پُوری کوشش کرتے۔ غریبوں اور مُحتاجوں کی مدد فرماتے، بیماروں کی خبر گیری کرتے، اپنے پرائے کے غم میں شریک ہوتے، بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیتے، دُوسروں کی غلطیوں کو فراخ دلی سے معاف کر دیتے، ہمسایوں کا خاص خیال رکھتے۔ اگر کوئی مقروض قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہوتا تو اُس کا قرض خود ادا کر دیتے اور کوئی بُھوکا ہوتا تو اُسے کھانا کھلاتے۔ الغرض آپؐ نے نرم دلی، اور انسانی ہمدردی کا ایسا بہترین نمونہ پیش کیا کہ اگر ہم اس پر عمل کریں تو زندگی جنت بن سکتی ہے۔

آپؐ ایک دفعہ طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے آپؐ کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ اُلٹا آپؐ کا مذاق اُڑایا اور چند اوباش آپؐ کے پیچھے لگا دیے، جنھوں نے آپؐ پر پتھراؤ کیا، جس سے آپؐ کا جسم مُبارک لہولہان ہو گیا۔ آپؐ کے غلام زید بن حارثہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! اِن کے لیے بددُعا کریں"۔ مگر آپؐ نے اُن کے حق میں دُعا فرمائی: "اے اللہ! اِس قوم کو ہدایت دے، یہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔"

جنگِ بدر اسلام کا انتہائی اہم غزوہ ہے۔ اس جنگ میں مُسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی اور اُنھوں نے ستّر کافروں کو قیدی بنایا۔ حضورؐ نے تاکید فرمائی کہ اِن قیدیوں کو کھانے پینے کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ چنانچہ جو کچھ گھر میں پکتا، صحابہِ کرامؓ اُن کے سامنے لا رکھتے اور خود بُھوکے رہتے یا کھجوریں کھا کر گزارہ کر لیتے۔ ان قیدیوں کے ہاتھ پاؤں رسیوں میں جکڑ کر باندھ دیے گئے تھے اور وہ درد سے بار بار کراہتے تھے۔ آپؐ نے ان کے کراہنے کی آوازیں سُنیں تو بے چین ہو گئے۔ چنانچہ آپؐ کے حکم سے رسیوں کی گرہیں ڈھیلی کر دی گئیں۔

دُشمنوں سے آپؐ کے حُسنِ سلوک کا سب سے بڑا تاریخی واقعہ فتحِ مکّہ کے روز پیش آیا۔ وہی قریش جو نبی اکرمؐ کی جان کے دُشمن تھے، جنھوں نے آپؐ کو مکّے میں تیرہ سال تک چین نہ لینے دیا تھا، جب شکست کھا کر حضور صَلَّی اللّٰہُ علَیہِ وآلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہت سہمے ہوئے تھے۔ وہ دل میں سوچ رہے تھے کہ معلوم نہیں، آج ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ اِس موقعے پر آپؐ نے فرمایا: "آج تم پر کوئی سختی نہیں کی جائے گی، جاؤ، تم آزاد ہو"۔ ابوسُفیان نے مُسلمانوں کو بڑے دُکھ دیے تھے۔ آپؐ نے اُسے بھی معاف کر دیا، بلکہ اُس روز یہ تک فرمایا کہ جو کوئی ابوسُفیان

کے ہاں پناہ لے، امن میں ہے۔ ابُوسُفیان کی بیوی ''ہند'' نے جنگِ اُحُد میں وحشی نامی اپنے ایک حبشی غلام سے حضور صَلَّی اللّٰہُ علَیہِ وآلِہٖ وَسَلَّم کے چچا حضرت حمزہؓ کو قتل کرایا تھا اور اُن کا کلیجہ اپنے دانتوں سے چبایا تھا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ علَیہِ وآلِہٖ وَسَلَّم نے اُسے بھی معاف فرمادیا۔ قریش اس عام معافی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جُوق در جُوق دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

حضور اکرمؐ بچّوں پر خاص شفقت فرماتے تھے۔ جب اُن کے پاس سے گُزرتے تو سلام میں پہل کرتے۔ آپؐ کا معمول تھا کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو راستے میں جو بچّے ملتے، اُنھیں اپنے ساتھ سواری پر بٹھالیتے۔ آپؐ اُنھیں پیار کرتے۔ ایک مرتبہ عید کے دن آپؐ اپنے پیارے نواسوں حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے ساتھ عید کی نماز کے لیے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک یتیم بچّے کو دیکھا۔ اس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اور وہ رو رہا تھا۔ آپؐ نے اُس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ میرے والدین فوت ہو چکے ہیں۔ آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اِس بچّے کو اپنے گھر لے آئے۔ اسے نلھایا دھلایا اور اپنے نواسوں کے کپڑے پہنائے۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ ساری مخلوق اللّٰہ کا کنبہ ہے، اِس لیے اللّٰہ کو وہ بندہ سب سے پیارا ہے جو دُوسروں کے ساتھ اچھا سلُوک کرتا ہے۔ ایک اور موقعے پر آپؐ نے فرمایا کہ مُسلمانوں کے آپس میں تعلُّق کی مثال ایک جسم کی سی ہے، اگر جسم کے کسی حصّے کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔

ہمارے نبی پاکؐ نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں پر بھی بے حد مہربان تھے۔ ایک دفعہ ایک صحابیؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن کے ہاتھ میں کسی پرندے کے بچّے تھے۔ آپؐ نے پوچھا: ''یہ بچّے کہاں سے لیے ہیں؟'' صحابیؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللّٰہ! '' میں نے ایک جھاڑی کے پاس سے گُزرتے ہوئے ان کی آواز سُنی تو انھیں پکڑ لیا۔ اُن کی ماں بیتاب ہو کر میرے سر پر چکر کاٹنے لگی۔'' حضورؐ نے فرمایا: ''فوراً جاؤ اور ان بچّوں کو وہیں رکھ آؤ۔''

ایک دفعہ آپؐ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اُونٹ بھُوک سے بلبلا رہا تھا اور اُس کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا تھا۔ آپؐ نے بڑی شفقت سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور اس کے مالک کو بلا کر فرمایا: ''اس جانور کے بارے میں تم اللّٰہ سے نہیں ڈرتے؟''

شفقت اور رحم دلی کے علاوہ سادگی بھی حضورؐ کی سیرتِ پاک کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ آپؐ نے ساری زندگی جس سادگی سے بسر کی، اُس کی مثال نہیں ملتی۔ آخری برسوں میں سارا عرب اسلام کے زیرِ نگین ہو گیا تھا اور ہر طرف سے بے حساب دولت مدینے میں آنے لگی تھی۔ اس کے باوجود آپؐ کی سادگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپؐ کو دنیا سے نفرت نہ تھی لیکن آپؐ دنیا کی آسائشوں میں دل لگا کر اللّٰہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا چاہتے تھے۔

حضورؐ اپنا کام اکثر خود کرتے، خود جھاڑو دیتے، مویشیوں کو چارا خود ڈالتے، اُونٹ کو خود باندھتے، بکریوں کا دودھ

دوہ لیتے، بازار سے سودا سُلف خرید لاتے، اپنا جوتا گانٹھ لیتے، کپڑا پھٹ جاتا تو اسے خود پیوند لگا لیتے۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر ہو یا جنگِ خندق کے موقعے پر خندق کھودنا ہو، آپؐ صحابہؓ کے ساتھ مل کر کام کرتے۔ آپؐ ہر امیر اور غریب کی دعوت قبول کر لیتے۔ غریبوں، مسکینوں اور غلاموں کے ساتھ بیٹھتے اور اُن کے ساتھ کھانے میں خوشی محسوس کرتے۔ رسول کریمؐ صحابہؓ کرام کے درمیان اس طرح بیٹھا کرتے تھے کہ کوئی اجنبی آدمی امتیاز نہیں کر سکتا تھا۔ مجلس میں جہاں جگہ ملتی، وہیں بیٹھ جاتے اور زمین یا فرش پر بیٹھ جانے میں بھی عار نہ سمجھتے تھے۔

حضورؐ کو سادہ غذا پسند تھی۔ زیادہ تر کھجور اور پانی پر گزارہ فرماتے۔ جَو کے بے چھنے آٹے کی روکھی روٹی کھا لیتے۔ سرکہ، شہد، حلوا، زیتون کا تیل اور کدّو بڑے شوق سے کھایا کرتے تھے۔ پانی بیٹھ کر اور تین سانسوں میں پیتے۔ آپؐ نے متواتر تین دن گندم کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ آپؐ کی خواہش ہوتی تھی کہ ایک دن کھاؤں اور اللّٰہ کا شکر کروں، دوسرے دن بھوکا رہوں اور اللّٰہ سے مانگوں۔

حضورؐ کا لباس بھی سادہ مگر نہایت صاف ستھرا ہوتا تھا۔ آپؐ بان کی کُھرّی چارپائی پر سوتے جس سے آپؐ کے جسمِ مبارک پر بان کے نشان پڑ جاتے تھے۔ آپؐ چٹائی یا خالی زمین پر بھی آرام فرما لیتے۔ پورے عرب کے حکمران ہوتے ہوئے بھی، آپؐ نے اپنی رہائش کے لیے کوئی عالی شان مکان نہ بنوایا بلکہ اپنی زندگی ایک نہایت سادہ حجرے میں گزار دی۔ ایک دفعہ کسی غزوے سے واپسی پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ دیوار پر خوبصورتی کے لیے کپڑا لگا ہوا ہے آپؐ نے فرمایا: ”اللّٰہ نے مال اس لیے نہیں دیا کہ مٹی اور پتھر کو کپڑے پہنائے جائیں“۔

ایک دفعہ آپؐ صحابہؓ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک گنبد نما مکان نظر آیا۔ آپؐ نے پوچھا: یہ مکان کس کا ہے؟“ صحابہؓ نے مالک کا نام بتایا۔ حضورؐ نام سن کر خاموش ہو گئے۔ یہ مکان ایک انصاری کا تھا۔ جب وہ حسبِ معمول خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ حضورؐ نے منہ پھیر لیا۔ انھوں نے پھر سلام عرض کیا۔ آپؐ نے دوبارہ منہ پھیر لیا۔ اس پر وہ صحابیؓ بہت گھبرائے۔ جب انھیں حضورؐ کی ناراضی کی وجہ معلوم ہوئی تو فوراً گئے اور اس بلند و بالا مکان کو ڈھا دیا۔ حضورؐ کو اس بات کا علم ہوا تو فرمایا: ضرورت سے زیادہ ہر عمارت انسان کے لیے وبال ہے“۔

حضورؐ کی شفقت اور سادگی کے یہ چند واقعات ہیں۔ ورنہ آپؐ کی پوری زندگی ایسی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ ہم سب کو چاہیے کہ اپنے پیارے نبیؐ کے اُسوۂ حَسَنہ پر عمل کر کے اپنی دُنیا اور آخرت کو سنوارنے کی کوشش کریں۔



مشق

۱۔ فتح مکّہ کے موقعے پر حضورؐ نے اپنے دشمنوں سے کیسا سلوک کیا تھا؟

۲۔ حضورؐ کے حُسن سلوک کا کفارِ مکہ پر کیا اثر پڑا؟

۳۔ حضورؐ کی شفقت اور سادگی کا ایک ایک واقعہ اپنی کاپی میں تحریر کیجیے۔

۴۔ کوئی ایسا واقعہ بیان کیجیے، جس سے ظاہر ہو کہ حضورؐ جانوروں پر بھی بے حد مہربان تھے۔

۵۔ مندرجہ ذیل مرکبات و محاورات کو جُملوں میں استعمال کیجیے:

خبر گیری کرنا، جوق در جوق، زیرِ نگین ہونا، سودا سُلف، پیوند لگانا، اُسوۂ حَسنہ۔

۶۔ ذیلؔ کے لفظوں پر اِعراب لگایئے:

محمدؐ۔ تعلق۔ مسلم۔ محبت۔ علم۔ حضور۔ مالک۔ عرض۔ حاضر۔ مسجد۔





تحریکِ پاکستان اور طَلَبہ

بچو! ہمارا پیارا وطن پاکستان، جس میں ہم اور آپ آج آرام سے رہتے ہیں، اسے ہمارے بزرگوں نے بانیِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کی رہنمائی میں بے شمار قربانیاں دے کر حاصل کیا ہے۔ ان قربانیاں دینے والوں میں جہاں اور لوگ شامل تھے، وہاں ہمارے طلبہ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آزادی کی تحریک میں طلبہ، فوج کے ہراول دستے کی طرح آگے آگے رہے۔ انھوں نے گھر گھر جا کر لوگوں کو آزاد وطن پاکستان کے مفہوم و مقصد سے آگاہ کیا اور قائداعظمؒ کے پیغام کو عام کیا۔ ہمارے پیارے وطن کا نام ''پاکستان'' بھی ایک طالب علم چوہدری رحمت علی ہی نے تجویز کیا۔ وہ ان دنوں انگلستان میں زیرِ تعلیم تھے۔ انھوں نے اس سلسلے میں ایک کتابچہ بھی تیار کیا۔ اس کتابچے میں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے واضح طور پر ایک الگ وطن کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

تحریکِ آزادی کو کامیاب بنانے کے لیے مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ کے طلبہ کی جماعت نے باقاعدہ اپنے پروگرام بنائے اور نہایت گرم جوشی اور ولولے کے ساتھ قوم میں آزادی کا جذبہ پیدا کیا۔ اُس وقت ہر مسلمان بچّے کی زبان پر صرف ایک ہی نام تھا، ''پاکستان''۔ ۱۹۴۵ء کے عام انتخابات بھی مسلمانوں کے لیے ایک امتحان تھے۔ لوگوں کو اس بات کا احساس دلانا تھا کہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کی ضرورت کیوں ہے۔ اس وقت بھی مسلمان طلبہ آگے بڑھے۔ مسلمان طلبہ اگرچہ بے سروسامان تھے، لیکن ان کے دل ایمان کی قوت، جوش اور جذبے سے بھرے ہوئے تھے۔ انھوں نے حکومتِ وقت اور ہندو قوم پرستوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اپنا گھر بار چھوڑا، دوست احباب چھوڑے اور ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ انھوں نے بڑے بڑے جلسے کیے، دھواں دھار تقریریں کیں۔ اسلام کے حوالے سے پاکستان کی شناخت کرائی اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ اپنا فرض ادا کیا۔ طلب علموں کا یہ عمل پاکستان کے قیام کی تاریخ میں سنہری حرفوں میں لکھا جائے گا۔

طلبہ کی اس مسلسل جدوجہد اور آگے بڑھنے کے جذبے کو ہندوؤں اور انگریزوں نے تشدّد کے ذریعے دبانا چاہا اور کئی مسلمان طلبہ کو شہید بھی کیا۔ لیکن قائداعظمؒ نے ان میں آزادی کی جدّوجُہد کی جو روح پھونک دی تھی اس کی وجہ سے سختیوں اور تشدّد کے باوجود مسلمان طلبہ کے حوصلے پست نہ ہوئے۔ وہ اپنی منزلِ مقصود کی طرف پہلے سے بھی زیادہ جوش وخروش اور ہمت سے بڑھتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ قائداعظمؒ پاکستان کے حصول کی جدّوجُہد میں طلبہ کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ قائداعظمؒ نے جیسے ہی آزادی اور آزاد وطن کے حصول کی تحریک چلائی، اور مخالفوں کے خلاف آواز اٹھائی تو برصغیر کے گوشے گوشے سے طالب علم آگے بڑھے۔ انھوں نے قائداعظمؒ کے پیغام کی حمایت کی اور اس پیغام کو لے کر شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھیل گئے۔ طلبہ کا یہ جوش اور ولولہ دیکھ کر قائداعظمؒ فرماتے تھے۔ ''طلبہ میرے قابلِ اعتماد کارکُن ہیں۔ طلبہ نے ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ انھوں نے مسلمان قوم کی تقدیر بدل دی ہے''۔

قائداعظمؒ کو نوجوانوں، خاص طور پر طالب علموں سے بہت امیدیں وابستہ تھیں۔ ان کا ارشاد ہے: ''پاکستان اپنے نوجوانوں پر فخر کرتا ہے، خصوصاً طلبہ پر، جو ہر ضرورت کے وقت پیش پیش رہے ہیں۔ نوجوانو! تم مستقبل کے معمار ہو، تمھیں نظم وضبط سے کام لینا ہے اور تعلیم وتربیت حاصل کرنا ہے تاکہ صبر آزما مسائل سے نمٹ سکو۔ مستقبل کی ذمے داریوں کا بوجھ بھی تمھارے کاندھوں پر ہے۔ لہٰذا اس کے لیے تیار ہو جاؤ''۔

ایک اور موقعے پر فرمایا: ''نوجوانو! میں تمھیں پاکستان کا معمار سمجھتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنی باری پر کیا کچھ کر دکھاتے ہو۔ اس طرح رہو کہ کوئی تمھیں گمراہ نہ کر سکے۔ اپنی صفوں میں اتحاد اور مضبوطی پیدا کرو۔ تمھارا اصل کام کیا ہے؟ اپنی ذات سے وفاداری، اپنے والدین سے وفاداری، اپنے ملک سے وفاداری اور اپنی تعلیم پر پوری توَجُّہ''۔

ایک مرتبہ جالندھر میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں آپ کو مصروفِ عمل ہونے کی تاکید کرتا ہوں۔ کام، کام اور بس کام۔ سکونِ قلب، صبر وبرداشت اور انکساری کے ساتھ اپنی قوم کی سچی خدمت کرتے جایئے''۔

قائداعظم کے نزدیک طلبہ کا اوّلین کام علم حاصل کرنا تھا۔ اس لیے وہ ہمیشہ طلبہ کو علم حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ بلوچستان میں ایک موقعے پر فرمایا: ''یہ تلوار جو آپ نے مجھے عنایت کی ہے، صرف حفاظت کے لیے اٹھے گی۔ لیکن فی الحال جو سب سے ضروری کام ہے وہ تعلیم ہے۔ علم تلوار سے بھی زیادہ طاقتور ہے، جایئے اور علم حاصل کیجیے''۔

پاکستان کی تشکیل کے مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا: ''قرآن پاک زندگی کے ہر معاملے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ چاہے وہ مذہبی معاملات ہوں، معاشرتی ہوں۔ قانونی ہوں یا معاشی۔ غرض روزے نماز سے لے کر زندگی کے عام معاملات تک ہر چیز کے بارے میں قرآن پاک کی ہدایات موجود ہیں۔ اسلام صرف روحانی باتیں ہی نہیں بتاتا بلکہ زندگی گزارنے کا ایک مکمل طریقہ سکھاتا ہے جس پر عمل کر کے ہم ایک اسلامی معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔''

بانیِ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناحؒ کو پاکستان سے بڑی محبت تھی۔ ایک اور موقعے پر آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''میں اس وقت آپ سے بس یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ سب لوگ جو میرا پیغام سن رہے ہیں۔ اپنے اپنے دل میں یہ عہد کریں کہ ہم پاکستان کو اسلام کا مضبوط اور محفوظ قلعہ بنائیں گے۔ پاکستان کی تعمیر اور ترقی کے لیے مسلسل جدوجہد کریں گے۔ پاکستانی قوم کو دنیا کی عظیم ترین اور امن پسند قوم ثابت کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے اور ضرورت پڑنے پر کسی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔''

بچّو! ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے قائد اعظمؒ کے پیغام کو ذہن نشیں کرلیں اور اپنے ملک کی تعمیر و ترقی کے لیے ویسے ہی بن جائیں جیسا کہ قائد اعظمؒ بنانا چاہتے تھے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ طالب علم مستقبل کے معمار ہیں اور ملک کی طرف سے ان پر بڑی ذمے داریاں ہیں۔



مشق

۱۔ قیام پاکستان کے سلسلے میں طلبہ نے کس طرح جدوجہد کی؟

۲۔ طلبہ کی عظیم قربانیوں کا کیا نتیجہ نکلا؟

۳۔ طلبہ کے بارے میں قائد اعظم نے کن خیالات کا اظہار کیا؟

۴۔ پاکستان کا نام کس طالب علم نے تجویز کیا تھا؟

۵۔ قائد اعظمؒ کے خیال میں اسلامی معاشرہ کیسے قائم ہو سکتا ہے؟

۶۔ تعلیم اور محنت سے متعلق قائد اعظمؒ کے اقوال جمع کیجیے۔

۷۔ قائد اعظمؒ نے طالب علموں کے لیے جو کچھ فرمایا اسے زبانی یاد کیجیے۔

۸۔ جملوں میں استعمال کیجیے:۔

پاکیزہ۔ اصول۔ معمار۔ اتحاد۔ جدوجہد۔ تعمیر و ترقی۔ دریغ۔

۹۔ خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:۔

(الف) آزادی کی تحریک میں طلبہ کی حیثیت .... دستے کی سی تھی۔

(ب) طالب علم رہنما چوہدری رحمت علی نے .... کا نام تجویز کیا۔

(ج) تحریک پاکستان کے وقت طلبہ کے دل ایمان کی قوت، .... اور جذبے سے بھرے ہوئے تھے۔

(د) قائداعظمؒ .... کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

(ہ) جس قوم کے طلبہ قومی .... کے لیے آگے بڑھتے ہیں تو کامیابی ان کے .... چومتی ہے۔

۱۰۔ پاکستان کے قیام کے سلسلے میں طلبہ نے جو خدمات انجام دیں انھیں کم از کم دس سطروں میں لکھیے۔



حضرت سعدؓ ابی وقاص کی بہادری

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رشتے میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ماموں تھے۔ آپ کا شجرہ والدہ اور والد دونوں کی طرف سے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے شجرے سے جا ملتا ہے۔ آپ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے جاں نثار ساتھی، اسلام کے نڈر مجاہد اور دلیر سپہ سالار تھے۔ آپؓ نے اکثر غزوات اور اسلامی جنگوں میں شرکت کی اور جرأت و جاں نثاری کے جوہر دکھائے۔ آپؓ کی جرأت اور بہادری کے کارنامے مسلمانوں کے لیے قابلِ فخر ہیں۔

حضرت عمرؓ فاروق کے دورِ خلافت میں ''جنگِ قادسیہ'' ہوئی۔ آپؓ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ حضرت سعدؓ نے اسلامی لشکر کے ساتھ قادسیہ پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ آپؓ نے مسلمانوں کا ایک وفد ایران کے بادشاہ یزدگرد کے پاس بھیجا۔ اس پیغام کے ساتھ کہ ''تم اسلام قبول کر لو۔ ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور تمھارا حق ہمارے برابر ہوگا، ورنہ جزیہ دو اور ہماری پناہ میں آجاؤ۔ ہم تمھاری حفاظت کریں گے۔ آخر کافی بحث و تکرار کے بعد مسلمانوں نے کہا، اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو ہم اپنے نبیؐ کی پیشین گوئی یاد دلاتے ہیں کہ ایک دن تمھاری زمین ہمارے تصرُّف میں آئے گی۔

مسلمانوں کی صاف بیانی پر غضب ناک ہو کر اور اس دلیری پر یزدگرد نے جھلّا کر خاک دھول منگا کر کہا کہ لو یہ تم کو ملے گا۔ مسلمانوں کے وفد کے سردار نے اس کو اپنی چادر میں لے لیا اور اپنے سپہ سالار حضرت سعدؓ کی خدمت میں پیش کیا اور انھیں خوشخبری سنائی کہ مبارک ہو، دشمن نے خود اپنی زمین اپنے ہاتھوں سے ہمیں دے دی۔

ادھر شاہ ایران یزدگرد نے تیس ہزار کے اسلامی لشکر کے مقابلے میں ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں کا زبردست لشکر تیار کیا اور شاہی خاندان کے ایک فرد ''رستم'' کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا۔ رستم نے اپنا لشکر اس صورت سے ترتیب دیا کہ لشکر کے آگے پیچھے ہاتھی کھڑے کر دیے۔

حضرت سعدؓ ان دنوں بیمار تھے۔ آپؓ نے خالدؓ بن عرطفہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود میدان جنگ کے قریب ایک پرانے قلعے کے بالا خانے پر بیٹھ گئے، جہاں سے سارا میدان جنگ ان کے سامنے تھا۔ آپ وہاں سے میدانِ جنگ کے حالات دیکھ کر خالدؓ بن عرطفہ کو ضروری ہدایات کاغذ پر لکھ لکھ کر گولی بنا بنا کر پھینکتے رہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنی فوج میں سے قبیلوں کے سرداروں، شاعروں، خطیبوں اور بہادروں کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ فوج میں جا کر لوگوں کے حوصلے بلند کریں۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے آیاتِ جہاد کی تلاوت کا حکم دیا۔

جنگ شروع ہوئی پہلے دونوں طرف سے ایک ایک دو دو بہادر اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے، پھر عام حملہ شروع ہوا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ مسلمان اتنی بے جگری سے لڑے کہ دشمن پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ رستم نے اپنے لشکر کو پسپا ہوتے دیکھا تو وہ اپنے ہاتھی میدان میں لے آیا۔ ہاتھیوں کو دیکھ کر گھوڑے بدک گئے اور قریب تھا کہ گھڑسواروں کے پاؤں اُکھڑ جاتے۔ اتنے میں حضرت سعدؓ نے اپنے جرنیلوں سے مشورہ کیا اور حکم دیا کہ تیر انداز ہاتھیوں پر تیروں کی بارش کر دیں۔ جب ہاتھیوں پر تیروں کی بارش ہوئی تو انھوں نے فیل بانوں کو نیچے گرا دیا اور چنگھاڑتے ہوئے پلٹ کر اپنی ہی فوج کو کچلتے ہوئے بھاگے۔

دوسرے دن شام کی طرف سے ایک ہزار تازہ دم سپاہی مدد کو آپہنچے۔ اس تازہ کمک سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اس روز ایرانی اپنے ہاتھی میدان میں نہیں لائے۔ ادھر حضرت سعدؓ کے حکم سے مجاہدین نے اونٹوں پر کالی چادریں ڈال کر انھیں ڈراؤنا بنا دیا جس سے ایرانیوں کے گھوڑے بدکنے لگے۔ اس طرح جنگ میں مسلمانوں کا پلّا بھاری رہا۔ لڑائی آدھی رات تک جاری رہی لیکن ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو سکا۔

تیسرے دن لڑائی شروع ہوئی تو رستم اپنے ہاتھیوں کو پھر میدان میں لے آیا۔ حضرت سعدؓ نے اپنے مجاہدین کو حکم دیا کہ ہاتھیوں کی آنکھیں اور سونڈیں بیکار کر دی جائیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے ایک جرنیل نے اپنا نیزہ سامنے والے ہاتھی کی آنکھوں میں گھونپ دیا۔ پھر تلوار سے سونڈ پر ایسا وار کیا کہ وہ کٹ کر دور جا گری۔ دوسرے سپاہی نے بھی ایک اور ہاتھی کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ دونوں ہاتھی شدید تکلیف کے مارے چنگھاڑنے لگے اور اپنے ہی آدمیوں کو روندتے ہوئے بھاگ نکلے۔ ایک ہاتھی دیوانہ وار بھاگا اور دریا میں کود پڑا۔ دیکھا دیکھی باقی ہاتھی بھی دریا کی طرف بھاگے اور واپس نہ آئے۔ سارا دن جنگ جاری رہی لیکن اس روز بھی ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو سکا۔

لڑائی کا قاعدہ یہ تھا کہ فوجیں رات کو حملہ نہیں کرتی تھیں۔ لیکن اس رات دونوں فوجوں کو غلط فہمی ہوئی کہ مخالف فوج نے جنگ کا یہ قاعدہ توڑ دیا ہے۔ اس غلط فہمی میں دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ رستم تخت پر بیٹھ کر فوج کو لڑا رہا تھا۔ ایک مسلمان جرنیل اپنے سپاہیوں کو لے کر اس کے تخت کی طرف دوڑا۔ رستم تخت سے اتر کر ایک خچر کے پیچھے چھپ گیا پھر موقع پا کر دریا میں کود گیا۔ ایک سپاہی نے اُسے دریا سے نکال کر قتل کر دیا۔ پھر اس کے تخت پر کھڑے ہو کر اعلان کیا:

''رب کعبہ کی قسم! میں نے رستم کو قتل کر دیا''۔

ایرانیوں نے یہ اعلان سنا تو ان کے چھکّے چھوٹ گئے اور بد حواسی کے عالم میں دریا عبور کرنے کے لیے بھاگے۔ دریا کا پل کمزور تھا۔ سپاہیوں کے بوجھ سے بیٹھ گیا اور ان کے ہزاروں سپاہی اپنی بھاری زرہوں سمیت دریا

میں غرق ہو گئے۔ قادسیہ کی جنگ تین دن اور ایک رات جاری رہی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی۔

قادسیہ کی فتح کے بعد حضرت سعدؓ فوج لے کر آگے بڑھے جو بڑے بڑے شہروں کو فتح کرتی ہوئی دریائے دجلہ کے کنارے جا پہنچی۔ ایرانیوں نے اپنے پایہ تخت مدائن کو مسلمانوں سے بچانے کے لیے دریائے دجلہ کے پل توڑ دیے دریا میں بہت پانی تھا اور بہاؤ بھی تیز تھا۔ حضرت سعدؓ نے اپنی فوج کے سامنے ایک مختصر مگر جوشیلی تقریر کی اور بہتے دریا میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ مسلمان مجاہدوں نے اپنے سپہ سالار کی یہ غیر معمولی بہادری دیکھی تو ان میں ایسا جوش وخروش پیدا ہوا کہ سبھی نے ہچکچائے بغیر اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیے۔ گھوڑوں پر سوار فوج دریا میں اس طرح چلنے لگی جیسے زمین پر چل رہی ہو۔ ایرانی، قلعے کی دیوار اور شہر کی فصیل سے یہ حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین منظر دیکھ رہے تھے۔ وہ خوف سے چیخ اٹھے: ''دیو آ گئے...... دیو آ گئے''۔ اس طرح ایران کا صدر مقام مدائن بھی معمولی مزاحمت کے بعد فتح ہو گیا۔ مسلمانوں کے بہادر سپہ سالار حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی غیر معمولی بہادری کے باعث سارا ایران، عراق اسلامی سلطنت میں شامل ہو گیا۔

حضرت سعدؓ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے محبت رکھنے والے اور بے حد پرہیز گار اور بے حد پرہیز گار انسان تھے۔ عام طور پر رات کے آخری حصے میں مسجد نبویؐ میں جاتے اور صبح تک عبادت میں مصروف رہتے۔ آپ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اور چاروں خلفائے راشدین کے دور میں اسلام کی سربلندی کے لیے انتہائی سرگرمِ عمل رہے۔ ستر برس سے زیادہ کی عمر پائی۔ اپنے بہادرانہ کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ یاد کیے جاتے رہیں گے۔



مشق

۱۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کون تھے؟
۲۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کس مقصد کے لیے جنگ کر رہے تھے؟
۳۔ حضرت سعدؓ ابی وقاص نے ایران کے بادشاہ کو کیا پیغام بھیجا تھا؟
۴۔ حضرت سعدؓ نے ایرانی بادشاہ کے مٹی کے ٹوکرے کے کیا معنی لیے؟
۵۔ رستم کے ہاتھی بھگانے کے لیے حضرت سعدؓ ابی وقاص نے کیا حکم دیا؟

۶۔ حضرت سعدؓ ابی وقاص نے اپنا گھوڑا دریا میں کیوں ڈالا؟

اس جملے پر غور کیجیے: احمد نے سلیم سے کہا کہ تم بچوں کو ان کی کتابیں دے دو۔ اس جملے میں احمد اور سلیم خاص نام ہیں۔ جب کہ بچوں اور کتابیں عام نام ہیں۔ خاص نام کو اسم خاص یا اسم معرفہ کہتے ہیں اور عام نام کو اسمِ عام یا اسم نکرہ کہتے ہیں۔

۷۔ اس سبق میں جو جو اسم معرفہ اور اسم نکرہ آئے ہیں انھیں تلاش کر کے اپنی کاپی میں لکھیے۔

۸۔ مندرجہ ذیل جملوں کو دی ہوئی ہدایات کے مطابق تبدیل کیجیے:۔

(ا) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بہت بہادر تھے۔ (سوالیہ جملہ بنائیے)

(ب) رستم موقع پا کر دریا میں کود گیا۔ (منفی جملہ بنائیے)

(ج) فوجیں رات کو ایک دوسرے پر حملہ نہیں کرتی تھیں۔ (مثبت جملہ بنائیے)

(د) جنگ تین دن اور ایک رات جاری رہی۔ (سوالیہ جملہ بنائیے)

(ہ) کیا حضرت سعدؓ ابن وقاص نے مدائن فتح کر لیا؟ (اثباتی جملہ بنائیے)

۹۔ درج ذیل الفاظ و محاورات کو جملوں میں استعمال کیجیے:۔

آگ بگولہ ہونا۔ چھکے چھوٹ جانا۔ پرہیزگاری۔ شجرہ۔ جاں نثار۔ پڑاو کرنا۔ گھمسان۔ پسپا۔ کمک۔

....  ....



اِک چاند عَرَب میں

اللہ نے اپنی رحمت سے اک چاند عرب میں چمکایا
کیا خوب کرشمہ قدرت کا دنیا والوں کو دکھلایا!

اس چاند کا نام محمدؐ ہے ، کتنا میٹھا ، کیسا پیارا!
اس نام سے دنیا روشن ہے ، اس نام سے جگ ہے اُجیارا

بندوں کو خدا کی رحمت کا مژدہ وہ سنانے آئے تھے
کس طور سے ہم دنیا میں رہیں ، خود رہ کے بتانے آئے تھے

نیکی کا پڑھایا ہم کو سبق ، دکھلائی راہ بھلائی کی
جڑ کاٹی ساری بدیوں کی ڈھادی دیوار بڑائی کی

مسلم سا پیارا نام دیا اور دین ہمیں اسلام دیا
ایمان کی بھی دولت بخشی اللہ کا بھی پیغام دیا

فرمایا: تم مسلم سارے آپس میں بھائی بھائی ہو
گھل مِل کے رہو ، مل جل کے رہو منظور جو اپنی بھلائی ہو

فرمایا: تم امداد کرو مظلوموں کی ، ناداروں کی
معذوروں کی ، مجبوروں کی ، بیماروں کی ، بے چاروں کی

وہ ماہِ عربؐ ہی اے نیّر! اپنا تو جہاں میں سہارا ہے
ہو جائیں فدا اس نام پہ ہم ، یہ نام ہی ایسا پیارا ہے

مولوی شفیع الدین نیّرؔ

مشق

ا۔ شاعر نے عرب کا چاند کسے کہا ہے؟ ۲۔ اللہ نے کسے پیدا کر کے دنیا والوں کو اپنا کرشمہ دکھایا؟
۳۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے میٹھے اور پیارے نام کی وجہ سے دنیا میں کیا ہوا؟
۴۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کیا سبق دیا ہے؟
۵۔ ہمارے دین کا نام کیا ہے؟ اور اس پر عمل کرنے والوں کا نام کیا ہے؟
۶۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر قربان ہونے کے لیے کیوں کہا گیا ہے؟
۷۔ حضورؐ پاک نے کس طرح رہنے کا حکم دیا ہے؟

موزوں لفظ چن کر خالی جگہ پر لکھیں۔ بہتر ہے کہ وہ لفظ نعت میں موجود ہو۔

(الف) دنیا کی ہر چیز میں اللہ کی............نظر آتی ہے۔ (عظمت، رحمت، قدرت)
(ب) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا والوں کو نیکی کا............دیا۔ (درس، حکم، سبق)
(ج) ہم سب کو............کے رہنا چاہیے۔ (گھل مل، مل جل، اکٹھے ہو)
(د) ہمیں مظلوموں اور معذوروں کی............کرنی چاہیے۔ (مدد، دستگیری، امداد)



عظیم بھائی کی عظیم بہن

عظیم بھائی کی عظیم بہن مادرِ ملّت فاطمہ جناح صرف اس لیے مشہور نہیں تھیں کہ وہ قائداعظمؒ کی بہن تھیں بلکہ وہ اپنے کارناموں کے اعتبار سے بھی ایک عظیم خاتون تھیں۔ انھوں نے قیامِ پاکستان اور پھر پاکستان کے استحکام کے لیے جو خدمات انجام دیں، قوم انھیں کبھی نہیں بھلا سکتی۔

محترمہ فاطمہ جناح ابھی کم عمر ہی تھیں کہ ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اب قائداعظمؒ ہی ان کے بزرگ اور سرپرست تھے۔ قائداعظمؒ نے جب لندن سے واپس آ کر ممبئی میں وکالت شروع کی تو انھیں بھی کراچی سے ممبئی بلوا کر ایک اسکول میں داخل کرا دیا۔ اور اسی اسکول کے ہاسٹل میں ان کے رہنے کا انتظام کرا دیا۔ قائداعظمؒ کو اپنی بہن سے بہت محبت تھی اس لیے وہ ہر اتوار کو ان سے ملنے اسکول جاتے تھے۔

محترمہ فاطمہ جناح نے میٹرک پاس کر لیا تو ممبئی میں بھائی کے پاس ہی رہنے لگیں۔ قائداعظمؒ صبح ہائی کورٹ جانے لگتے تو فاطمہ جناح کو بھی اپنے ساتھ بگھی میں بٹھا لیتے اور انھیں بڑی بہن کے گھر چھوڑ جاتے۔ کچھ عرصے بعد فاطمہ جناح نے کلکتے میں میڈیکل کالج میں داخلہ لے لیا۔ وہاں انھوں نے دندان سازی کا فن سیکھا اور اس طرح عملی زندگی میں داخل ہو گئیں۔ اب وہ اپنے بھائی سے الگ رہنے لگیں۔ لیکن جب قائداعظمؒ کی بیگم کا انتقال

ہو گیا تو ان سے بھائی کی اداسی اور تنہائی دیکھی نہ گئی، وہ ہاسٹل چھوڑ کر بھائی کے گھر چلی آئیں اور گھر کا سارا انتظام سنبھال لیا۔

قائداعظمؒ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے تو محترمہ فاطمہ جناح بھی ان کے ساتھ وہاں تشریف لے گئیں۔ کانفرنس کے دوران وہ مُتعَصِب ہندو رہنماؤں کے رویّے سے اتنے رنجیدہ ہوئے کہ وطن واپسی کا ارادہ ترک کردیا۔ دونوں بہن بھائی تقریباً پانچ سال تک لندن میں قیام پذیر رہے۔

ادھر وطن میں مسلمان رہنما جو انگریزوں کی غلامی کا جُوا اتار پھینکنے اور ہندوؤں کے تسلّط سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تیاریاں کررہے تھے، وہ اپنی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی تنظیم نو میں لگے ہوئے تھے۔ ایسے میں قائداعظمؒ کو مسلم لیگ کی قیادت قبول کرنے کو کہا گیا تو وہ اپنی یہ اہم ذمے داری سنبھالنے کے لیے وطن واپس تشریف لے آئے۔ محترمہ فاطمہ جناح اپنے بھائی کی اس اہم ذمے داری میں ان کا ہاتھ بٹانے لگیں۔

قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کی صدارت سنبھالتے ہی پورے ملک کے دورے کیے۔ فاطمہ جناح ان کے ساتھ ہر جگہ جاتیں اور عورتوں کو قائداعظمؒ کے عظیم مقصد سے روشناس کراتیں۔ اس طرح ان کے ذمے دو اہم فرض تھے، ایک تو قائداعظمؒ کی دیکھ بھال کرنا، دوسرا آزادی کی جنگ میں بھرپور حصہ لینا۔ فاطمہ جناح نے ان دونوں فرائض کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔

انگریزوں سے بات چیت کے لیے قائداعظمؒ ممبئی سے دہلی منتقل ہوگئے تو یہاں آ کر بھی فاطمہ جناح نے اپنا کام جاری رکھا۔ دہلی کی خواتین کو اکٹھا کیا، انھیں قائداعظمؒ کے پیغام سے روشناس کیا اور ان کی ایک تنظیم بنائی جس کے ذمے گھر گھر جا کر قائداعظمؒ کا پیغام پہنچانا تھا۔ اس طرح دہلی میں گھر گھر مسلم لیگ کے قائد کا پیغام پہنچنے لگا۔ فاطمہ جناح نے یہاں تعلیم نسواں اور تعلیم بالغان کے ادارے قائم کیے۔ ان کی کوششوں سے تھوڑے ہی عرصے میں عورتیں میدان عمل میں نکل آئیں۔ انھی کوششوں کے نتیجے میں عورتوں کو ووٹ کا حق ملا۔ محترمہ فاطمہ جناح نے خواتین کی بہبود کے اداروں کی سرپرستی کی اور حفظانِ صحت کے ادارے بھی کھولے۔

قیام پاکستان کے بعد مُتعَصِب ہندوؤں نے بھارت میں مسلمانوں پر ہر طرح کے ظلم وستم کا آغاز کردیا، چناں چہ لٹے پٹے مہاجر مسلمانوں کے قافلے پاکستان میں داخل ہونے لگے۔ محترمہ فاطمہ جناح نے اس موقعے پر خواتین کی ایک کمیٹی بنائی جس نے مہاجرین کے لیے چندہ اکٹھا کیا۔ ان کے کیمپوں کے لیے کپڑے، کمبل، سوئیٹر اور دوائیں فراہم کیں۔ یتیم اور معذور بچوں اور بیوہ خواتین کی رہائش اور پرورش کے انتظامات کیے۔

۱۱/ستمبر ۱۹۴۸ء کو جب قائداعظمؒ کا انتقال ہوا تو پوری قوم غم سے نڈھال تھی۔ فاطمہ جناح کے لیے بھی یہ غم

برداشت کرنا بہت مشکل تھا لیکن انھوں نے ملکی حالات پر نگاہ ڈالتے ہوئے صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا۔

محترمہ فاطمہ جناح نے قائداعظمؒ کے بعد ملک کی سلامتی اور یکجہتی کے لیے اپنی کوششیں پہلے سے کہیں زیادہ تیز کر دیں۔ انھوں نے صوبائی تعصب پھیلانے والوں کی سازشوں سے لوگوں کو باخبر کیا۔ مسئلہ کشمیر میں پوری دلچسپی لی۔ ان کی آرزو تھی کہ کشمیر بھارت کے چُنگل سے آزاد ہو جائے۔ ملک اور قوم کی خدمات انجام دینے والی یہ عظیم خاتون ۹؍جولائی ۱۹۶۷ء کو وفات پا گئیں۔ قوم نے ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر انھیں ''مادرِ ملّت'' کا لقب دیا۔ عظیم بھائی کی یہ عظیم بہن انھی کی طرح قوم کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

..........☆..........

مشق

۱۔ محترمہ فاطمہ جناح کو مادرِ ملّت کا لقب کیوں دیا گیا؟

۲۔ محترمہ فاطمہ جناح نے قوم کے لیے کیا خدمات انجام دیں؟

۳۔ خواتین کے لیے ان کی خدمات کیا تھیں؟

۴۔ کشمیر کے بارے میں انھوں نے کیا خدمات انجام دیں؟

۵۔ مہاجر مسلمانوں کے قافلوں کی امداد کے لیے کیا کیا کام انجام دیے گئے؟

۶۔ جمع کے واحد اور واحد کے جمع لکھیے: فرائض۔ خواتین۔ بالغان۔ حالات۔ خدمات۔ انتظامات۔ پیغام۔ قوم

۷۔ ان الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے: خوش اسلوبی۔ مقصد۔ تنظیم۔ صبر۔ آغاز۔ فرض۔ مشکل

۸۔ درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

(الف) قائداعظمؒ کا انتقال کب ہوا؟

(۱) ۱۱؍ستمبر ۱۹۴۷ء (۲) ۱۱؍ستمبر ۱۹۴۹ء (۳) ۱۱؍ستمبر ۱۹۴۸ء

(ب) محترمہ فاطمہ جناح کا انتقال کب ہوا؟

(۱) ۱۵؍ستمبر ۱۹۶۷ء (۲) ۱۱؍اگست ۱۹۶۷ء (۳) ۹؍جولائی ۱۹۶۷ء

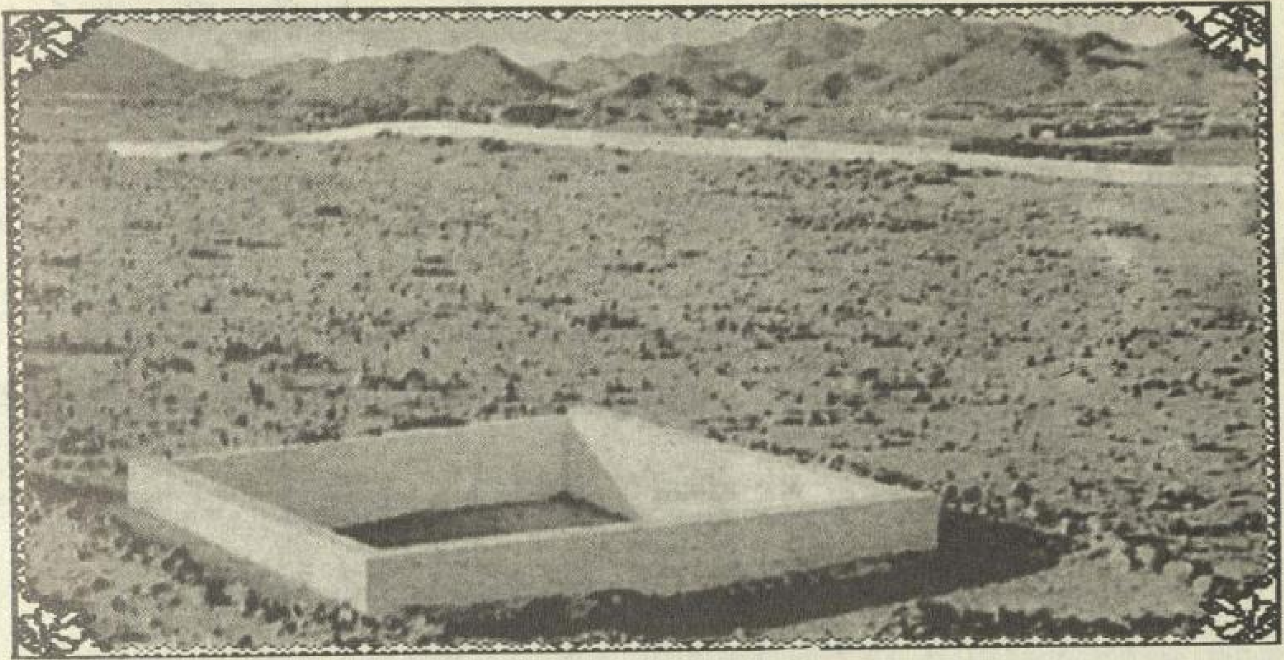
(ج) محترمہ فاطمہ جناح نے میڈیکل کالج کلکتہ میں کس فن کی تعلیم حاصل کی؟

(۱) جراحی (۲) دندان سازی (۳) ادویات سازی

(د) محترمہ فاطمہ جناح نے قائداعظمؒ کے ساتھ کتنی مدت لندن میں قیام کیا؟

(۱) سات برس (۲) چھے برس (۳) پانچ برس





(میدانِ بدر)

جنگِ بدر

اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں کو امن سے رہنے اور دنیا میں امن قائم کرنے کی تعلیم دیتا ہے ۔لیکن جولوگ اللہ کے بندوں پر اپنی ظالمانہ حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان سے جنگ کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور اس جنگ میں ان کی مدد فرماتا ہے۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وآلِہٖ وَسَلَّم بھی دوسرے تمام انبیاء کی طرح دنیا میں نیکی اور سلامتی پھیلانے اور ظلم مٹانے کے لیے بھیجے گئے۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے شہر مکّے کے لوگوں کو بتوں کی پوجا' جوئے' چوری اور شراب نوشی جیسی بری عادتیں چھوڑنے اور غریبوں پر ظلم کرنے سے باز رہنے کو کہا۔ لیکن مکّے کے سردار بجائے آپؐ کی اچھی نصیحتیں ماننے کے، الٹے آپؐ کے اور آپؐ کے ساتھیوں کے دشمن ہو گئے۔ جب ان کی دشمنی اتنی بڑھی کہ مسلمانوں کو زندگی گزارنا مشکل ہو گیا' تو آپؐ نے اللہ کے حکم سے مسلمانوں کو پہلے حبشہ اور پھر مدینے چلے جانے کی اجازت دی۔ پھر خود بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ مدینے تشریف لے گئے۔ مدینے کے کچھ لوگ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ انھوں نے آپؐ کا بڑے جوش وخروش سے استقبال کیا۔

مکّے کے سرداروں کو خطرہ ہوا کہ اسلام کی تعلیم اگر مدینے میں بھی پھیل گئی تو مسلمانوں کو اتنی طاقت میسر آجائے گی کہ وہ مکے اور پورے عرب پر چھا جائیں گے۔ اس لیے انھوں نے چاہا کہ مدینے میں پہنچنے والے مسلمانوں اور انھیں بلانے والوں سے جنگ کر کے اسلام کو ختم کر دیں۔ اس جنگ کی تیاری کے سلسلے میں انھوں نے ایک کام یہ

کیا کہ اس سال شام کی طرف جانے والے تجارتی قافلے کو اتنا مال و اسباب دیا جو کبھی نہیں دیا تھا تاکہ نفعے میں جو رقم ملے اس سے جنگ کا سامان خرید سکیں۔

اب صورت یہ تھی کہ قافلے کو آتے جاتے مدینے کے پاس سے گزرنا ہوتا تھا۔ تجارتی قافلے کے سردار ابوسُفیان کو (جو بعد میں مسلمان ہو گئے) شام سے واپسی پر یہ فکر ہوئی کہ مدینے کے قریب سے گزرتے ہوئے مدینے کے مسلمان کہیں ان کے قافلے کا راستہ نہ روک لیں۔ اس نقصان سے بچنے کے لیے انھوں نے ایک کام تو یہ کیا کہ ایک شخص کو یہ پیغام دے کر مکّے بھیجا کہ قافلے کی حفاظت کے لیے لشکر لے آؤ۔ دوسرا کام یہ کیا کہ مدینے کے قریب سے گزرنے والے عام راستے کو چھوڑ کر ایک نئے اور مشکل راستے سے مکّے کا رخ کیا۔

اس خبر نے مکّے میں گویا آگ لگا دی۔ مسلمانوں سے دشمنی کے ساتھ مالی نقصان کے اندیشے نے انھیں غصے سے پاگل کر دیا۔ وہ ایک زبردست لشکر لے کر اپنی دانست میں مدینے کو دنیا کے نقشے سے مٹانے کے لیے نکلے۔ لشکر میں ایک ہزار جنگ جُو تھے جن میں سے سو سوار تھے اور چھے سو زرہوں (لوہے کے لباس) میں۔ وہ اپنی طاقت کے غرور میں مست مدینے کی جانب بڑھ رہے تھے۔

ادھر نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کو قافلے اور لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو آپؐ نے مکّے سے آنے والے مہاجرین اور مدینے کے رہنے والے انصار سے مشورہ فرمایا۔ سب نے ایک زبان ہو کر کفار کے مقابلے میں نکلنے کے لیے کہا۔ اس وقت مسلمان تعداد میں تین سو تیرہ تھے اور جنگی سامان بھی ان کے پاس نہ ہونے کے برابر تھا۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ وہ اسلام کو بچانے اور دنیا سے ظلم مٹانے کے لیے جنگ کر رہے ہیں اس لیے اللّٰہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا۔

سردارانِ قریش کو اپنی قوت کا غرور تھا اور مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم سالارِ میدان جنگ میں گڑگڑا گڑگڑا کر سجدے میں اپنے رب سے التجا فرما رہے تھے: ”اے اللّٰہ! یہ قریش اپنے غرور کے نشے میں اس غرض سے آئے ہیں کہ تیرے بندوں کو تیری اطاعت سے روکیں اور تیرے رسول کو جھٹلائیں۔ پس اے اللّٰہ اپنی مدد بھیج جس کا تو نے وعدہ کر رکھا ہے۔ اے اللّٰہ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تیری عبادت نہ ہو“۔

اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی دعا قبول فرمائی۔ مجاہدین کی مدد کے لیے فرشتے بھیجے اور دیکھتے ہی دیکھتے ۳۱۳ مسلمانوں نے کفار کے لشکر کو رَوند ڈالا۔ ان کے بڑے بڑے سرداروں سمیت ۷۰ افراد ہلاک ہوئے، ۷۰ ہی گرفتار ہوئے جن کے تاوان میں مسلمانوں کو لاکھوں درہم ملے۔

اللّٰہ تعالیٰ نے قرآن میں اس جنگ کے دن کو ”یومُ الفرقان“ یعنی حق اور باطل (جھوٹ) کا دوٹوک فیصلہ کرنے والا دن کہا ہے۔ واقعی اس دن کی جنگ نے ثابت کر دیا کہ باطل چاہے کیسے ہی ساز و سامان کے ساتھ

مقابلے پر آئے، ہمیشہ شکست کھائے گا اور مسلمان مجاہدین تعداد اور اسلحہ کی کمی کے باوجود فتح پائیں گے۔ شرط صرف اللہ تعالیٰ پر کامل یقین اور اپنی سی پوری کوشش کی ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردُوں سے قطار اندر قطار اب بھی

..............☆..............

مشق

۱۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو کس چیز کی تعلیم دیتا ہے؟

۲۔ مسلمانوں کی جنگ کس مقصد سے ہوتی ہے؟

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّے سے کیوں ہجرت فرمائی؟

۴۔ مکے والوں نے تجارت کے لیے بہت زیادہ مال کیوں دیا؟

۵۔ تعداد اور اسلحہ کے لحاظ سے دونوں لشکروں میں کیا فرق تھا؟

۶۔ سردارانِ قریش کے غرور کا کیا انجام ہوا؟

۷۔ قرآن میں اِس جنگ کے دن کو کس نام سے یاد کیا گیا ہے؟

۸۔ جنگ بدر کے واقعے سے ہمیں کیا نصیحت ملتی ہے؟

۹۔ جملوں میں استعمال کیجیے:

ظالمانہ۔ باز رکھنا۔ جوش وخروش۔ چھا جانا۔ رخ کرنا۔ جنگ جُو۔ دیکھتے ہی دیکھتے۔ روند ڈالنا۔

۱۰۔ خالی جگہ بھریے۔

(الف) اسلام .... اور .... کا مذہب ہے۔

(ب) اہل مدینہ نے مسلمانوں کا بڑے .... سے .... کیا۔

(ج) تجارتی قافلے کے سردار حضرت............ تھے۔

(د) خطرے کی خبر نے پورے .... میں .... لگا دی۔

(ہ) مسلمانوں کی تعداد .... تھی اور کفار کی ....۔

(و) جنگ میں............ کافر کام آئے اور .... ہی گرفتار ہوئے۔

(ز) قرآن میں اس جنگ کے دن کو .... کہا گیا ہے۔

............................





یومِ آزادی

۱۴ر اگست کا دن ہمارا یومِ آزادی ہے۔ یہ ہمارا قومی تیوہار ہے۔ تیوہار کسی خوشی کے مبارک دن کو کہتے ہیں۔ اس دن زندگی کا عام کاروبار بند رہتا ہے۔ اسکولوں، کالجوں اور دفتروں میں چھٹی ہوتی ہے اور سب لوگ مل کر خوشی مناتے ہیں۔ دنیا کی سب ہی قومیں اپنے اپنے طور پر اپنے قومی دن مناتی ہیں۔

پاکستان ہمارا پیارا وطن ہے۔ اس لحاظ سے ہم اپنے وطن کے قومی دن بڑے جوش و خروش کے ساتھ مناتے ہیں کیوں کہ یہ ہماری تاریخ کے بڑے ہی اہم دن ہیں۔ یہ ہمارے لیے آزادی کا پیغام اور پھر پاکستان کا تحفہ لے کر آئے تھے۔ اسی لیے ہم ان دنوں کو اپنے قومی تیوہار کہتے ہیں۔

۱۴ر اگست کا دن ہر سال ہمارے لیے بے پناہ خوشیوں کا پیغام لے کر آتا ہے۔ اس دن کا جشن منانے کی تیاریاں ہفتوں پہلے شروع ہو جاتی ہیں۔ کہیں جھنڈیاں بن رہی ہیں، کہیں قومی پرچم تیار کیے جا رہے ہیں، کہیں روشنیوں کی جھالریں لٹکائی جا رہی ہیں۔ غرض کہ ہر شہر اور گاؤں میں گہما گہمی شروع ہو جاتی ہے۔

۱۴ر اگست کی صبح کو سب لوگ نمازِ شکرانہ ادا کرتے ہیں اور پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کے لیے دعائیں مانگتے ہیں۔ راولپنڈی میں اس دن کی تقریبات کا آغاز پارلیمنٹ ہاؤس کی خوبصورت تقریبات سے ہوتا ہے۔ اس کے سبزہ زار میں وزیرِاعظمِ پاکستان قومی پرچم لہراتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی قومی ترانے کی دُھن پیش کی جاتی ہے۔ پورے ملک میں ہر جگہ ٹریفک رُک جاتا ہے۔ جو شخص جہاں ہوتا ہے، خاموش کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ بڑا ولولہ انگیز منظر ہوتا ہے۔ تلاوتِ قرآن پاک اور نعت خوانی کے بعد وزیرِاعظم قوم سے خطاب کرتے ہیں۔ اس کے بعد ننھے مُنّے بچے

زرق برق لباس پہنے قومی نغمے پیش کرتے ہیں۔ یہ پوری تقریب ٹیلی ویژن پر دکھائی جاتی ہے اور ریڈیو پر اس کا آنکھوں دیکھا حال نشر کیا جاتا ہے۔ ناشتا کر کے بچے، بوڑھے، جوان سبھی ریڈیو یا ٹیلی ویژن کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس تقریب کو بڑے شوق سے دیکھتے ہیں۔

کراچی اور لاہور میں لوگ صبح ہی سے قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے مزاروں پر پھول چڑھاتے ہیں اور فاتحہ پڑھتے ہیں۔ یہاں فوجی گارڈ کی تبدیلی کا منظر بھی قابلِ دید ہوتا ہے۔ اس موقعے پر اسکاوٹ جب چلتے ہیں تو یہ منظر دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ جب ہمارے اسکاوٹ خوش نما وردیاں پہنے اپنے جھنڈے اور بینر لیے قطار در قطار فوجی انداز میں مارچ کرتے ہیں تو لوگ انھیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور خوب تالیاں بجا بجا کر داد دیتے ہیں۔

اس تقریب کے علاوہ ملک بھر میں جگہ جگہ رنگا رنگ تقریبات شروع ہوتی ہیں۔ طلبہ اور طالبات کے پی ٹی شو، کھیلوں کے مقابلے، کشتیاں، ملاکھڑے، گھڑ دوڑ اور نیزہ بازی کے مقابلے غرض کیا کچھ نہیں ہوتا۔ پھر شام ہوتے ہی شہروں میں لوگ چراغاں دیکھنے نکل پڑتے ہیں۔ بڑی بڑی عمارتیں دلھن کی طرح سجائی جاتی ہیں۔ جہاں کھڑے ہو جاؤ ہٹنے کو جی نہیں چاہتا۔ لوگ رات گئے تک گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ ہم اس دن اتنی خوشی کیوں مناتے ہیں؟ اس لیے کہ یہ ہماری آزادی کا دن ہے۔ اس دن ہم نے اپنے عظیم رہنما قائداعظمؒ کی قیادت میں اپنا پیارا ملک پاکستان حاصل کیا تھا۔ اس دن ہماری مُقدّس سرزمین پر ہمارا ہلالی پرچم پہلی بار فضا میں بلند ہوا اور ہم اس دن ایک باعزت قوم کی حیثیت سے آزاد قوموں کی صف میں کھڑے ہوئے۔ یہ دن ہماری آزادی اور قومی ترقی کا دن ہے۔ اس دن کے لیے ہمارے بزرگوں نے بڑی قربانیاں دی ہیں اور بڑے دُکھ جھیلے ہیں تب کہیں جا کر ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب ہوا ہے۔



مشق

۱۔ قومی تیوہار کسے کہتے ہیں؟

۲۔ چودہ اگست کے دن کی تیاریاں کس طرح کی جاتی ہیں؟

۳۔ اس دن کی تقریبات کا آغاز کس طرح ہوتا ہے؟

۴۔ اس دن ہم اتنی خوشی کیوں مناتے ہیں؟

۵۔ چودہ اگست کا دن ہمیں کیا یاد دلاتا ہے؟

۶۔ قومی ترانہ سنتے ہی ہم سب خاموش کیوں کھڑے ہو جاتے ہیں؟

۷۔ ذیل کے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

چہل پہل۔ گہما گہمی۔ سربلند۔ زرق برق۔ اہتمام کرنا۔ جدوجہد۔ ولولہ انگیز۔

۸۔ ''غائب'' سے ایک نیا لفظ ''غائبانہ'' بنا۔ اسی طرح ذیل کے لفظوں سے نئے لفظ بنائیے:

جاہل۔ ظالم۔ فاتح۔ امیر۔ حاکم۔ شاہ۔ بزدل۔ دوست۔

۹۔ صحیح جواب کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے:

(۱) وہ بڑا خوش نصیب ہے جس نے حج کی .... حاصل کی۔ (دولت۔ عظمت۔ سعادت)

(۲) ۱۴/اگست کا دن خوشیوں کا .... لے کر آتا ہے۔ (انعام۔ پیغام۔ انجام)

(۳) ننھے منے بچے .... لباس میں بڑے اچھے لگتے ہیں۔ (زرق برق۔ چھوٹے چھوٹے۔ نئے پرانے)

۱۰۔ دو جملوں کو ایک بنانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پہلے جملے کے شروع میں ''چوں کہ'' اور دوسرے کے شروع میں ''اس لیے'' لگاتے ہیں۔ مثلاً سعدیہ نے محنت کی تھی۔ وہ کامیاب ہوگئی۔

چوں کہ سعدیہ نے محنت کی تھی اس لیے وہ کامیاب ہوگئی۔

آپ اسی طرح کے چند جملے بنائیے:

۱۱۔ قومی پرچم لہرانے اور قومی ترانے کے آداب معلوم کر کے کلاس میں سنائیے۔

.... ☆ ....

اپنا پرچم ایک اپنا قائدِاعظمؒ ایک ہے

اپنا رستہ، اپنی منزل، اپنی دھوپ اور چھاؤں ایک
خوشیاں سانجھی، آنسو سانجھے، نگری، گاؤں گاؤں ایک
راوی، جہلم، سندھ، چناب
اپنے ساز، اپنے مِضراب
پیار کا دریا ایک ہمارا پیاس کی شبنم ایک ہے
اپنا پرچم ایک اپنا قائدِاعظمؒ ایک ہے
سبز ہرے میدانوں میں
بھاگ بھرے کھلیانوں میں
آس کی راس رچائیں ہم
مل کر سارے گائیں ہم
اپنا پرچم ایک اپنا قائدِاعظمؒ ایک ہے
نوبت باجے ڈَم ڈَم ڈَم
تیز قدم ....ہاں.......... تیز قدم
پیار کا دریا ایک ہمارا پیاس کی شبنم ایک ہے
اپنا پرچم ایک اپنا قائدِاعظمؒ ایک ہے

(سید ضمیر جعفری)

مشق

۱۔ ان لفظوں کے معنی اپنی کاپی میں لکھیے: منزل۔ مضراب۔ ساز۔ شبنم۔ نوبت۔

۲۔ اس نظم کے پہلے شعر میں ''چھاؤں اور گاؤں'' دو لفظ ہم قافیہ استعمال ہوئے ہیں۔ آپ اس نظم کے باقی اشعار میں سے دوسرے ہم قافیہ لفظ چن کر اپنی کاپی میں لکھیے۔

حضرت سلمان فارسیؓ

حضرت سلمان فارسیؓ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ایسے صحابی تھے، جن پر حضور اکرم اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم بے حد مہربان تھے۔ یہاں تک کہ ایک موقعے پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''سلمان ہمارے اہلِ بیت میں سے ہیں۔'' حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے اس تعلق کی وجہ سے دوسرے صحابہ کرامؓ بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور آپ کو ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی پیدائش ایران کے مشہور تاریخی شہر اصفہان کے نزدیک ایک گاؤں میں ہوئی۔ والدین نے آپ کا نام ''مابہ'' رکھا۔ آپ کے آباء و اجداد آتش پرست تھے۔ آپ ہمیشہ والدین کے کاموں میں اُن کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ آتش کدے کی دیکھ بھال بھی آپ کے ذمے تھی۔ لیکن اُنھیں یہ مذہب پسند نہ تھا۔ آپ کو سچے مذہب کی تلاش تھی اور ہر وقت اس بات پر غور وفکر کرتے رہتے تھے۔ ایک دن آپ نے کچھ لوگوں کو گرجے میں عبادت کرتے ہوئے دیکھا، آپ کو عبادت کا یہ طریقہ پسند آیا۔ جب عبادت ختم ہوئی تو آپ نے عیسائیوں سے ان کے مذہب کی معلومات حاصل کیں۔ کسی نے مشورہ دیا کہ ملک شام میں جا کر وہاں کے پادری سے ملو وہ تمھیں عیسائی مذہب کی صحیح تعلیم دے گا۔ آپ گھر بار چھوڑ کر شام چلے گئے اور عیسائی مذہب قبول تو کرلیا۔ لیکن ابھی تک سچائی کی تلاش جاری تھی کہ آپ کی ملاقات ایک اور پادری سے ہوئی اور آپ اس کی خدمت میں رہنے لگے۔ اس پادری نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کہا: ''بیٹا! آج دنیا میں مجھے ایسا کوئی شخص نظر نہیں آتا جو تمھاری رہنمائی کر سکے۔ البتہ عرب کے ریگستان میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کا زمانہ قریب ہے۔ وہ دینِ ابراہیم کو زندہ کرے گا، کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا، میرا مشورہ ہے کہ تم اس سے ضرور ملنا۔''

پادری کے مرنے کے بعد آپ تاجروں کے ایک قافلے کے ہمراہ عرب روانہ ہوئے۔ لیکن راستے میں ان تاجروں نے آپ کو دھوکا دیا اور ایک یہودی کے ہاتھ، غلام بنا کر، فروخت کر ڈالا۔ یہودی سے اس کا چچازاد بھائی ملنے آیا تو اس نے انھیں خرید لیا۔ یہ شخص حضرت سلمانؓ کو لے کر مدینے پہنچ گیا۔

آخر کار وہ مبارک دن بھی آ گیا جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم مکے سے ہجرت فرما کر مدینے تشریف لائے۔ حضرت سلمانؓ کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے آنے کی خبر ملی تو بے تاب ہو کر حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وآلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سلمانؓ کو ان کے یہودی آقا کی غلامی سے آزاد کرا لیا۔ اس کے بعد آپ مستقل طور پر مسلمانوں کے ساتھ رہنے لگے۔ اس آزادی کے بعد پہلا معرکہ غزوۂ خندق پیش آیا۔ اس جنگ میں دشمن کی ایک بہت بڑی فوج کے مقابلے میں مٹھی بھر مسلمان تھے اور جنگ بھی کوئی معمولی جنگ نہ تھی بلکہ خود مدینے پر براہِ راست حملہ تھا۔ حضورؐ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسیؓ نے مشورہ دیا کہ دشمن کے حملے سے بچاؤ کے لیے خندق کھودی جائے۔ یہ مشورہ قبول کیا گیا اور اس طرح شہر محفوظ ہوگیا، دشمن مسلسل کئی دن تک مدینے کو گھیرے میں لیے رہے۔ جب کچھ بس نہ چلا تو ناکام لوٹ گئے۔

حضرت سلمان فارسیؓ اسلام کے سچے شیدائی اور عاشقِ رسولؐ تھے۔ دنیاوی چیزوں کی آپ نے کبھی پروا نہیں کی۔ آپ سادہ زندگی گزارتے تھے، معمولی لباس پہنتے تھے۔ رہنے کے لیے آپ کے پاس ایک جھونپڑی تھی۔ بستر کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ تکیے کے بجائے دو اینٹیں ہوتی تھیں، حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مدائن کے گورنر بھی رہے لیکن آپ کی سادگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو کبھی عیب نہیں سمجھا۔ ایک مرتبہ حضرت ابودرداءؓ نے بیتُ المُقدّس سے آپ کے نام خط لکھا کہ آپ میرے پاس اس مُقدّس زمین پر تشریف لے آئیے۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ کوئی زمین انسان کو مُقدّس نہیں بناتی بلکہ اس کا عمل اسے مُقدّس بناتا ہے۔

ایک دفعہ آپ کو دجلہ کے کنارے جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک شاگرد ساتھ تھا۔ حضرت سلمانؓ نے اس سے کہا کہ گھوڑے کو پانی پلا لاؤ۔ شاگرد نے حکم کی تعمیل کی۔ جب گھوڑا اچھی طرح پانی پی چکا تو آپ نے فرمایا: ''اچھا بتاؤ، کیا اس جانور کے پانی پینے سے دجلہ میں کوئی کمی واقع ہوئی؟'' اس نے کہا: ''جی نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''علم کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔ اس میں سے جتنا بھی خرچ کیا جائے یہ گھٹتا نہیں۔''



مشق

۱۔ پادری نے مرتے وقت حضرت سلمان فارسیؓ سے کیا کہا؟

۲۔ حضرت سلمان فارسیؓ مدینے کیسے پہنچے؟

۳۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے بارے میں کیا فرمایا؟

۴۔ حضرت سلمان فارسیؓ کیسی زندگی گزارتے تھے؟

۵۔ مطلب بیان کیجیے:

اہلِ بیت ، آتش پرست ، آتش کدہ ، دینِ ابراہیمؑ ، کھجوروں والی زمین۔

۶۔ خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) بچپن میں والدین نے حضرت سلمان فارسیؓ کا نام .... رکھا۔

(ب) آزادی کے بعد پہلا معرکہ .... پیش آیا، جس میں حضرت سلمان فارسیؓ نے خندق .... کا مشورہ دیا۔

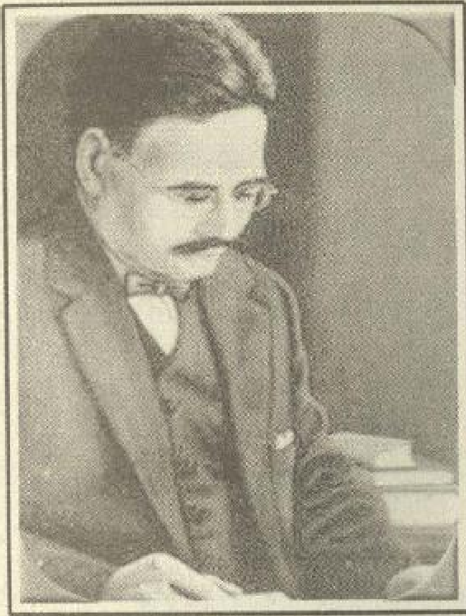
(ج) حضرت سلمان فارسیؓ نے اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو کبھی .... نہیں سمجھا۔

۷۔ ان الفاظ کے واحد لکھیے:

خدمات، آباء واجداد، صحابہ، انبیاء، مذاہب۔

☆ برائے اساتذہ:۔ مدائن کے گورنر کی حیثیت سے حضرت سلمان فارسیؓ کی زندگی کا کوئی اہم واقعہ معلوم کر کے جماعت میں سنایئے اور بچوں کو بتایئے کہ یہ واقعہ ہمارے لیے کیا سبق رکھتا ہے۔

.... ☆ ....



بچوں کا اقبالؒ

علامہ اقبالؒ ہمارے قومی شاعر ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری سے برِصغیر کے مسلمانوں کو آزادی کا احساس دلایا اور غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے بیداری پیدا کی۔ اپنی شاعری کے ذریعے انھوں نے مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ مسلسل محنت، ثابت قدمی اور پختہ یقین سے ہر چیز حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کی نظموں نے مسلمانوں میں ایسا جوش وولولہ پیدا کیا کہ آخر کار مسلمانوں نے ۱۴؍اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا لیا اور انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کر لی۔

علامہ اقبالؒ کی تربیت بچپن ہی سے اسلامی ماحول میں ہوئی تھی۔ انھیں قرآن پاک کی تلاوت کا بڑا شوق تھا۔ وہ بلا ناغہ صبح کو قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ بڑے ہو کر انھوں نے مسلمانوں کی اصلاح اور اُن میں بیداری پیدا کرنے کو اپنا نصب العین بنا لیا۔ علامہ اقبالؒ کو بچوں سے بے حد محبت تھی۔ وہ جانتے تھے کہ یہی بچے کل بڑے ہو کر ملک وقوم کی خدمت کریں گے۔ لہٰذا انھیں اچھی تعلیم اور تربیت ملنی چاہیے۔

علامہ اقبالؒ نے بچوں میں اچھی اچھی عادتیں پیدا کرنے کے لیے پیاری پیاری نظمیں لکھیں۔ جو کہ ان کی ایک کتاب "بانگ درا" میں موجود ہیں۔ یہ نظمیں ایسی دلچسپ، آسان اور سبق آموز ہیں کہ بچوں کو بہت پسند ہیں۔ وہ ان نظموں کو زبانی یاد کر لیتے ہیں اور اسکولوں یا دیگر محفلوں میں بڑے شوق سے پڑھ کر سناتے ہیں۔ ایک مشہور نظم "بچے کی دعا" میں علامہ اقبالؒ نے خود بچہ بن کر اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرنے، وطن کی خدمت کرنے، غریبوں، ضعیفوں کی مدد اور نیک کام کرنے کی دعا مانگی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری — زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
ہو مرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت — جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا　　درد مندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا
مرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو　　نیک جو راہ ہو اس رہ پہ چلانا مجھ کو

اسی طرح انھوں نے اپنی ایک نظم ''ہمدردی'' میں بلبل اور جگنو کا واقعہ لکھا ہے اور بچوں کو نصیحت کی ہے کہ:

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے　　آتے ہیں جو کام دوسروں کے

علامہ اقبالؒ ایک طرف بچوں کو دوسروں سے ہمدردی اور بھلائی کرنے کا درس دیتے ہیں تو دوسری طرف وہ بچوں کو دوسروں کے مکروفریب اور چالاکی سے بچنے کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ ان کی نظم ''ایک مکڑا اور مکھی'' میں انھوں نے بچوں کو یہی بات سمجھانے کی کوشش کی ہے ۔

مکھی نے سُنی بات جو مکڑے کی تو بولی　　حضرت! کسی نادان کو دیجے گا یہ دھوکا
اس جال میں مکھی کبھی آنے کی نہیں ہے　　جو آپ کی سیڑھی پر چڑھا پھر نہیں اترا

اسی طرح ایک اور نظم ''پہاڑ اور گلہری'' کے ذریعے علامہ اقبالؒ نے بچوں کو غرور اور تکبّر سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی ذلیل یا حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ کیوں کہ اس کے پیدا کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت ہے۔ چنانچہ کوئی شے بھی دنیا میں بیکار نہیں کہی جاسکتی۔

نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں　　کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

علامہ اقبالؒ کی ایک اور دلچسپ نظم ''ایک گائے اور بکری'' ہے۔ اس میں انھوں نے کسی کو برا بھلا کہنے، گلہ شکوہ کرنے اور کسی بھی بات میں کوئی برا پہلو تلاش کرنے سے روکا ہے۔ انھوں نے نصیحت کی ہے کہ ہر بات کے اندر موجود اچھائی اور بھلائی کو پہچانو۔ تا کہ تم زندگی میں خوش وخرم رہ سکو۔ اس نظم میں بکری کے ذریعے گائے کو نصیحت کرائی گئی ہے جو درحقیقت بچوں کو نصیحت ہے۔ اس نظم کے آخر میں کہتے ہیں ۔

یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی　　دل کو لگتی ہے بات بکری کی

اس شعر سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اچھی بات اگر کوئی چھوٹا بھی کہے تو تسلیم کر لینی چاہیے۔

علامہ اقبالؒ نے بچوں کو اپنی نظموں کے ذریعے آزادی جیسی نعمت کی اہمیت بھی سمجھائی۔ ان کے نزدیک غلامی ایک بہت بڑی لعنت ہے۔ انسان تو انسان حیوان اور چرند پرند بھی اس سے نفرت کرتے ہیں۔ انھیں بھی آزاد فضاؤں میں اڑنا پسند ہے۔ اپنی ایک نظم ''پرندے کی فریاد'' کے آخری شعر میں ایک پرندے کو فریاد کرتے دکھایا ہے جسے ایک بچے نے قید کر لیا تھا۔

آزاد مجھ کو کر دے او قید کرنے والے　　میں بے زباں ہوں قیدی تُو چھوڑ کر دعا لے

پیارے بچو! ہمیں چاہیے کہ ہم علامہ اقبال کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریں، قرآن مجید کی روزانہ تلاوت کریں۔ اپنی آزادی کی حفاظت کریں۔ دل لگا کر پڑھیں اور اس طرح اچھے انسان بن کر اپنے وطنِ عزیز اور قوم کی خدمت کریں۔

مشق

۱۔ اقبال نے ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبۂ آزادی کس طرح بیدار کیا؟

۲۔ آپ نے علامہ اقبالؒ کی کون کون سی نظمیں پڑھی ہیں؟

۳۔ بچوں کے لیے لکھی گئی یہ نظمیں، علامہ اقبالؒ کی کون سی کتاب میں شامل ہیں؟

۴۔ اس سبق میں سے اسم معرفہ اور اسم نکرہ چن کر الگ الگ لکھیے؟

۵۔ ہری بھری چراگاہ، ٹھنڈی ہوا، اُداس گائے، اندھیری رات، عقل مند بکری، روشن جگنو، باریک پردے، نادان مکھی، مغرور پہاڑ میں جو صفت اور موصوف ہیں، انھیں علیٰحدہ علیٰحدہ کر کے لکھیے۔

۶۔ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے: تلاوت ۔ تلقین ۔ نصیحت ۔ چرند پرند ۔ فضا۔

۷۔ متضاد الفاظ لکھیے: زندگی ۔ دعا ۔ شوق ۔ ذلیل ۔ خوش۔

۸۔ اِعراب لگائیے: شمع ۔ تربیت ۔ فریب ۔ نکمی ۔ فضا۔

۹۔ درج ذیل عبارت میں مناسب جگہوں پر اسم کی جگہ ضمیر لگا کر عبارت کو بدل کر لکھیے:

ایک بکری چرتے چرتے ندی کنارے آنکلی۔ ندی کنارے بکری نے ایک گائے دیکھی۔ بکری گائے کے قریب گئی۔ پہلے گائے کو جھک کر سلام کیا اور پھر بڑے ادب سے پوچھا، ''کیوں بڑی بی کیسے مزاج ہیں؟'' گائے نے جواب دیا: کیا کہوں! گائے کی تو قسمت ہی خراب ہے۔ گائے تو کہتی ہے کہ آدمی سے کوئی بھلا نہ کرے۔ گائے آدمی کے بچوں کو دودھ پلا کر آدمی کے بچوں میں جان ڈالتی ہے اور آدمی گائے کی اس نیکی کا بدلہ برائی سے دیتا ہے۔''

۱۰۔ ان جملوں کو منفی جملوں میں تبدیل کیجیے: مثلاً: گائے دودھ دیتی ہے'' کا منفی جملہ ہوگا ''گائے دودھ نہیں دیتی۔''

(الف) بچوں کے لیے نظمیں بانگِ درا میں ہیں۔

(ب) ''ایک مکڑا اور مکھی'' نظم بچوں کے لیے ہے۔

(ج) جنگل میں سو طرح کے خطرے ہوتے ہیں۔

(د) گائے کم دودھ دے تو مالک بڑبڑاتا ہے۔

(ہ) شاہد آج اسکول گیا۔





برسات

برسات آئی برسات آئی

مینہ سے بیاباں رنگِ گلستاں
پھولوں کی برکھا دونوں میں یکساں
کوئل کی کو کو باغوں میں رقصاں
جگنو کی جگ مگ بن میں چراغاں

برسات آئی برسات آئی

شب رنگ بادل مینہ کے ہراول
تپتی زمینیں پانی سے جل تھل
فرشِ زمرد سبزے کی مخمل
برسات سے ہے جنگل میں منگل

برسات آئی برسات آئی

دلکش سماں ہے دل شادماں ہے
خوشیوں کا ہر سُو دریا رواں ہے
دل شاد اک اک پیر و جواں ہے
برسات کی رُت جانِ جہاں ہے

برسات آئی برسات آئی

(تاجور نجیب آبادی)

مشق

۱۔ جب بارش ہوتی ہے تو کیسا سماں ہوتا ہے؟

۲۔ کوئل کس طرح کُوکتی ہے؟

۳۔ بارش سے زمین پر کیا ہوتا ہے؟

۴۔ سبزے کی مخمل سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

۵۔ ان لفظوں کو نیچے دیے ہوئے شعروں میں قافیے کے طور پر استعمال کیجیے:

(بات ۔ کالے ۔ موڑو ۔ کے)

کبھی آج کا کام کل پر نہ چھوڑو
کبھی کام کے نام سے منہ نہ..............



ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں ....

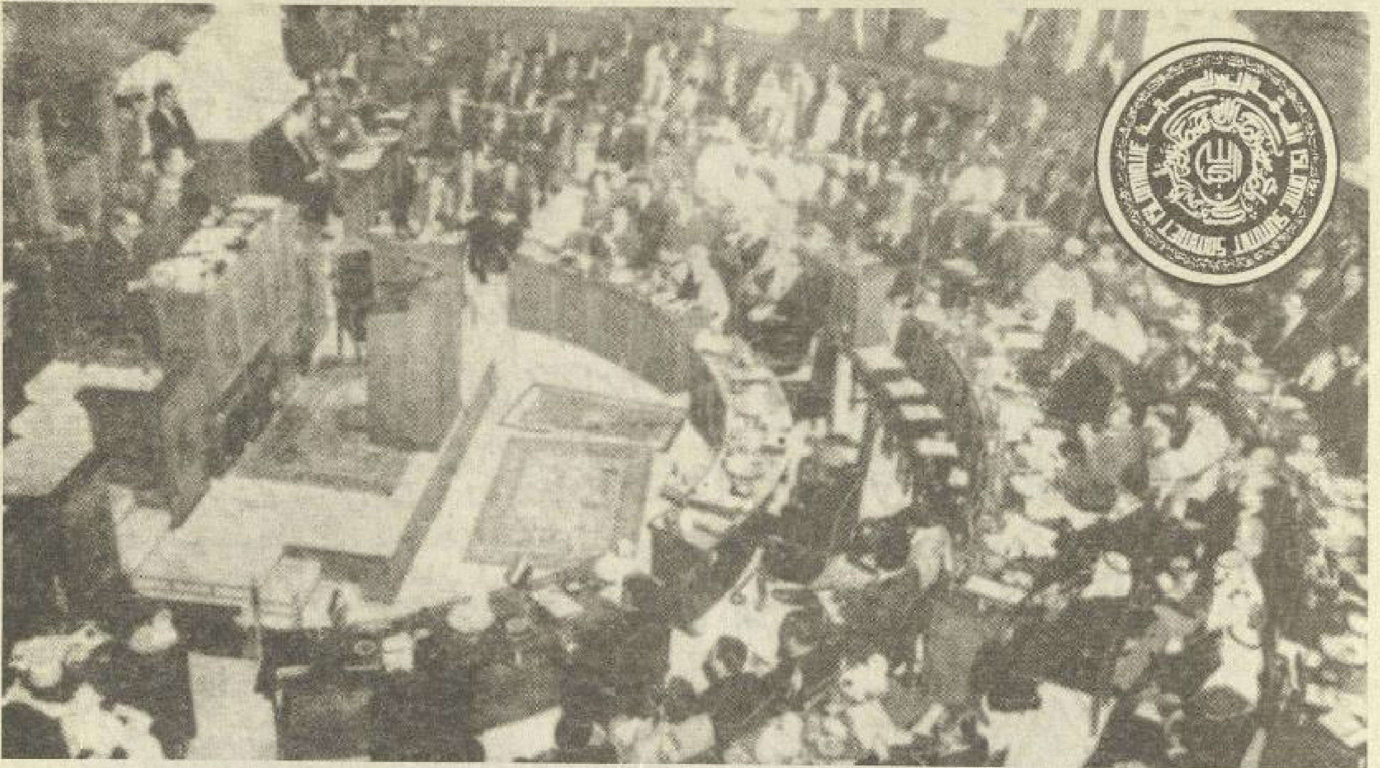


کوّے ہیں سب دیکھے بھالے
چونچ بھی کالی پر بھی ....



یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی
دل کو لگتی ہے .... بکری کی





اِسلامی اِتّحاد

اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک بھائی اپنے بھائی سے ہمدردی رکھتا ہے اور اس کے دکھ درد میں کام آتا ہے اسی طرح ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کے کام آنا چاہیے۔

ہمارے پیارے نبی کریمؐ نے اس بھائی چارے کی بہترین مثال بھی دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے آپس میں تعلق کی مثال ایک جسم کی سی ہے۔ اگر جسم کے کسی حصے کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک علاقے کے مسلمان تکلیف میں مبتلا ہوں تو ساری دنیا کے مسلمانوں کو اس علاقے کے لوگوں کی تکلیف کا احساس کر کے اسے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اور نبی کریمؐ کے اس ارشاد کی روشنی میں شروع شروع میں تمام مسلمانوں کا ایک فرماں روا ہوتا تھا۔ اُس وقت مسلمانوں کی یکجہتی کی وجہ سے پوری دنیا پر اُن کا رُعب طاری تھا اور کوئی غیر مسلم ملک ان کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

آہستہ آہستہ غیر مسلم قوموں نے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے سازش کر کے ان میں اختلاف پیدا کر دیا اور

مسلمان الگ الگ ملکوں میں تقسیم ہو کر کمزور ہو گئے۔ دوسری قوموں پر ان کا رعب ختم ہو گیا۔ ان قوموں نے مختلف علاقوں کے مسلمانوں پر ظلم کرنا شروع کر دیا۔

اگست ۱۹۶۷ء میں مسلمانوں کے قبلۂ اوّل، ''مسجد اقصیٰ'' کو اسلام دشمن یہودیوں نے آگ لگا دی۔ مسلمان جو پہلے ہی اپنی کمزوری کا احساس کر کے ایک متحدہ قوت بننے کی فکر میں تھے، اس واقعے نے انھیں مزید آمادہ کیا کہ وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو متحد کرنے کے لیے ایک ادارہ قائم کریں۔ اس طرح ''اسلامی ممالک کی تنظیم'' (او۔ آئی۔ سی) وجود میں آئی۔ اس تنظیم کا پہلا اجلاس مراکش کے شہر رباط میں ہوا جس میں تقریباً تمام مسلمانوں ملکوں کے سربراہ شریک ہوئے۔ اس تنظیم کا صدر دفتر جدّہ، سعودی عرب میں ہے۔ ہر تین سال بعد دنیائے اسلام کے تمام سربراہوں اور ہر سال ان ممالک کے وُزرائے خارجہ کا اجلاس ہوتا ہے۔ ان اجلاسوں میں مسلمان ملکوں کے مسائل، ان کی ترقی، تحفظ اور باہمی اتحاد کے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ اس تنظیم کے وجود میں آ جانے کے بعد اب دنیا میں مسلمانوں کی آواز سُنی جانے لگی ہے۔

رباط کانفرنس کے بعد اس تنظیم کی دوسرا سربراہی اجلاس ۱۹۷۴ء کو پاکستان کے شہر لاہور میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں دنیائے اسلام کے چالیس وفود نے شرکت کی۔ اس موقعے پر لاہور شہر کو مسلمان سربراہوں کے استقبال کے لیے بہترین انداز سے سجایا گیا تھا۔ جگہ جگہ خوش آمدید کے بینر آویزاں کیے گئے تھے۔ شہریوں کی جانب سے شالا مار کے تاریخی باغ میں سربراہوں کو شاندار استقبالیہ دیا گیا تھا۔ اس استقبالیے کے مناظر اور سربراہوں کے نمازِ جمعہ میں شرکت کے مناظر اہلِ ملک نے ٹی وی پر بڑے شوق سے دیکھے تھے۔ خاص طور پر اس وقت کے سعودی حکمران شاہ فیصل کا صف میں بیٹھے ہوئے آبدیدہ حالت میں دعا کرنا تو ناظرین کو تا عمر یاد رہے گا۔ اس اجلاس میں مسلمان ملکوں کے سربراہوں نے عالمِ اسلام کی بھلائی کے بہت سے منصوبے بنائے۔



۲۰۰۳ء میں اس تنظیم کا اجلاس ملائیشیا میں ہوا۔ جس میں اجلاس کے سربراہ اور ملیشیا کے صدر مہاتیر محمد نے مسلمان ملکوں کے سربراہوں سے اپیل کی ہے کہ وہ عالمِ اسلام کے خلاف کی جانے والی یہودی سازشوں کا اپنی متحدہ قوت کے ذریعے توڑ کریں۔

مشق

۱۔ قرآن شریف میں مسلمانوں کے باہمی تعلق کو کیا نام دیا گیا ہے؟
۲۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ علَیہِ وآلِہٖ وَسَلَّم نے عالم اسلام کے لیے کیا مثال ارشاد فرمائی ؟
۳۔ دوسری قوموں پر سے مسلمانوں کا رعب کیوں ختم ہوا؟
۴۔ اسلامی ممالک کی تنظیم کا قیام کس واقعے کے نتیجے میں عمل میں آیا ہے؟
۵۔ ہر تین سال بعد ہونے والے اجلاسوں میں کون لوگ شرکت کرتے ہیں؟
۶۔ اس تنظیم کا پہلا اجلاس کس ملک اور کس شہر میں ہوا تھا؟
۷۔ لاہور کی کانفرنس میں مہمانوں کا استقبال کس طرح کیا گیا؟
۸۔ شاہی مسجد لاہور کا وہ کیا منظر تھا جو ٹی وی کے ناظرین کو تا عمر یاد رہے گا؟
۹۔ واحد کی جمع اور جمع کے واحد لکھیے:

نبی۔ مظالم۔ منظر۔ ممالک۔ وزراء۔ وقت۔

۱۰۔ مذکر اور مؤنث علیٰحدہ علیٰحدہ لکھیے:

رعب۔ صف۔ جانب۔ منتظر۔ سازش۔ تنظیم ۔ مہمان۔ قیام۔ سربراہ

لیاقت علی خان

تحریک پاکستان کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے میں قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے بڑی جدوجہد کی تھی۔ اُن کے انتقال پر پاکستان کے لوگ اپنے ملک کے مستقبل کے بارے میں بے حد فکر مند تھے۔ ایسے وقت میں جس شخص کی ہمت نے لوگوں کی ڈھارس بندھائی اور ملک کو مشکلات سے نکالا وہ شہید ملّت لیاقت علی خان تھے۔



وہ ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم کرنال اور علی گڑھ میں حاصل کی۔ اس کے بعد مزید تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے۔ وہاں سے انھوں نے قانون کی ڈگری لی۔ وطن واپس آنے کے بعد انھوں نے سیاست میں باقاعدہ حصہ لینا شروع کر دیا اور مسلسل چودہ سال تک ہندوستان کی مجلسِ قانون ساز کے رکن رہے۔

ہندوستان کی ایک سیاسی جماعت کانگریس کے رویّے سے مایوس ہو کر جب قائد اعظمؒ نے اپنی پوری توجہ مسلم لیگ کے مضبوط بنانے پر صرف کی تو سیکریٹری کے اہم عہدے کے لیے انھوں نے لیاقت علی خان ہی کو منتخب کیا۔ قائد اعظمؒ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ اعتماد قائد ملّت لیاقت علی خان پر ہی کرتے تھے۔

پاکستان تو ۱۹۴۷ء میں بنا لیکن انگریزوں نے ملک چھوڑنے سے ایک سال پہلے ہی حکومت کا کاروبار چلانے کے لیے ملک میں مسلم لیگ اور کانگریس دونوں پارٹیوں کے وزیر مقرر کر دیے تھے۔ کانگریس نے وزارتِ خزانہ کا محکمہ یہ سمجھ کر مسلم لیگ کو دے دیا تھا کہ وہ اتنا اہم محکمہ نہیں سنبھال سکے گی۔ مسلم لیگ نے لیاقت علی خان کو یہ وزارت دے دی۔ لیاقت علی خان نے وزارت خزانہ کا کام اس خوبی سے چلایا کہ کانگریس بھی ان کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکی۔

پاکستان بنا تو قائد اعظمؒ نے وزیر اعظم کا اہم ترین عہدہ لیاقت علی خان کو دیا۔ لیکن ابھی پاکستان کو بنے ایک ہی سال گزرا تھا کہ قائد اعظمؒ کا انتقال ہو گیا اور نئی مملکت کی ساری ذمے داری لیاقت علی خان کے کاندھوں پر آن پڑی۔

اُس وقت پاکستان کو کئی مشکلات درپیش تھیں۔ ایک طرف ملک کا دستور بنانا تھا۔ دوسری جانب مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ تھا۔ لیاقت علی خان ان تمام مسائل سے نمٹ رہے تھے کہ ایک اور مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ پڑوسی ملک ہندوستان نے اپنی فوجیں پاکستان کی سرحد پر جمع کرنی شروع کر دیں۔ لوگ اس سلسلے میں اپنی تشویش کا اظہار کرنے لیاقت علی خان کے پاس گئے۔ قائدِ ملّت نے قوت کی علامت کے طور پر اپنا مُکّا ہوا میں لہرایا اور اعلان کر دیا کہ پاکستان ہر قسم کی بیرونی مداخلت کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

جس طرح کوئی مکان نقشے کے بغیر نہیں بن سکتا اسی طرح کوئی ملک دستور کے بغیر نہیں چل سکتا۔ پاکستان بن گیا تھا لیکن اس کا دستور بننا ابھی باقی تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر علماء کی مدد سے لیاقت علی خان نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے یہ بات طے کرائی کہ پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہو گا جس میں رہنے والے مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق بسر کرسکیں گے۔

لیاقت علی خان نظریۂ پاکستان اور اسلام پر کامل یقین رکھتے تھے اور ہر موقعے پر اس کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ جب وہ پاکستان کے وزیر اعظم کی حیثیت سے امریکا گئے تو وہاں بھی انھوں نے صاف لفظوں میں بتایا کہ پاکستان اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

قائدِ ملّت کو پاکستان کی خدمت کرتے ابھی سوا چار سال ہی ہوئے تھے کہ راولپنڈی کے ایک جلسے میں ایک بدبخت شخص نے انھیں گولی مار کر شہید کر دیا۔ گولی لگنے سے پہلے ان کی زبان سے صرف ''برادرانِ اسلام'' کے لفظ ادا ہو سکے تھے اور گولی لگنے کے بعد زندگی کے آخری لفظ تھے ''خدا پاکستان کی حفاظت کرے''۔

لیاقت علی خان کی زندگی محنت، قومی خدمت کا بہترین نمونہ تھی۔ انھوں نے ملک اور قوم کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں دیں۔ ایک بار انھوں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ اگر ملک کو قربانی کی ضرورت پڑی تو سب سے پہلے میں اپنا خون پیش کروں گا۔ انھوں نے جو کچھ کہا، سچ کر دکھایا اور قوم نے انھیں ''قائدِ ملت'' کے علاوہ شہیدِ ملّت، کا خطاب بھی دیا۔

مشق

۱۔ لیاقت علی خان کہاں پیدا ہوئے تھے؟ ۲۔ پاکستان سے قبل لیاقت علی خان نے کون کون سی ذمے داریاں سنبھالیں۔

۳۔ قائداعظمؒ کے انتقال کے وقت ملک کو کیا مسائل درپیش تھے؟

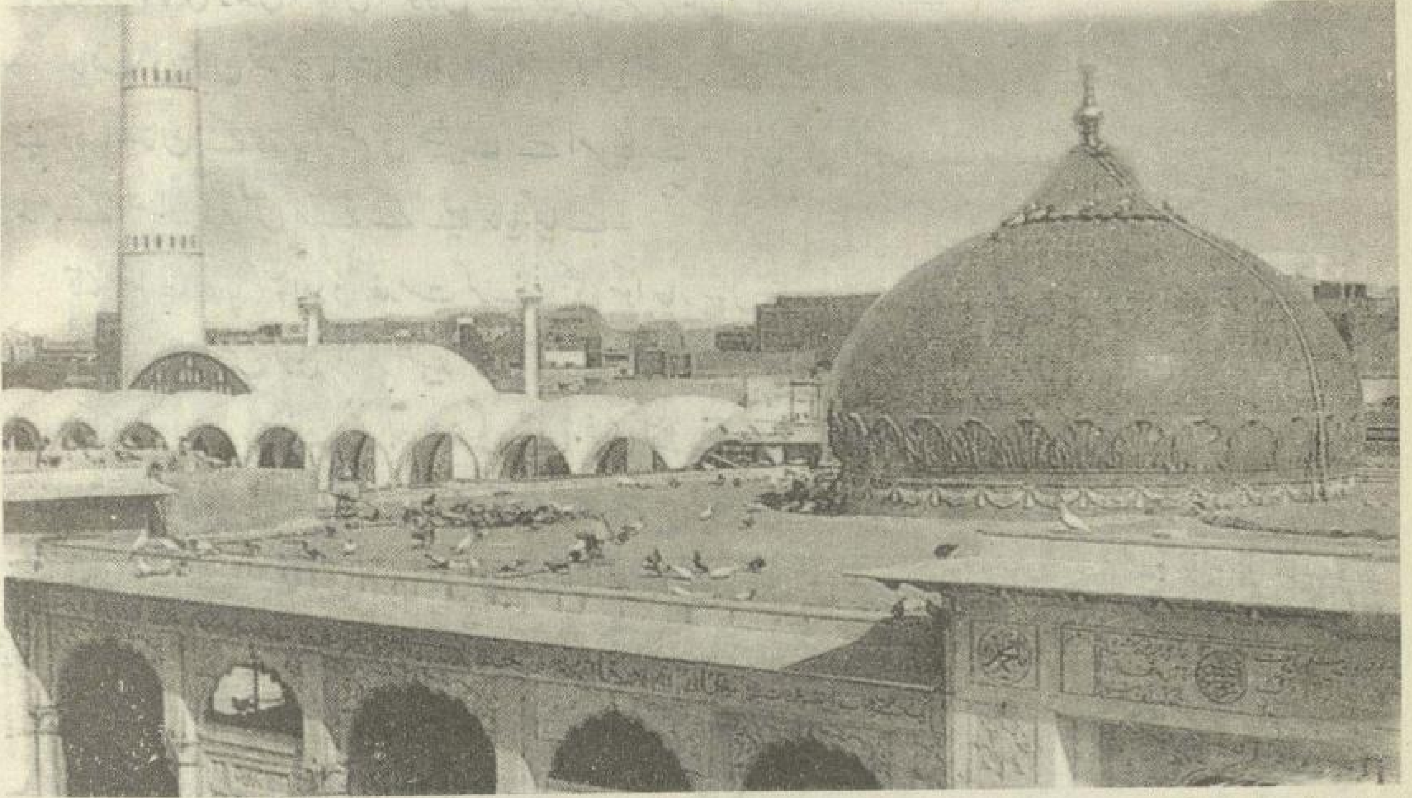
۴۔ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے: رکن۔ اعتماد۔ درپیش ہونا۔ تشویش۔ انفرادی۔ اجتماعی۔

۵۔ مندرجہ ذیل جملوں میں سے فاعل اور مفعول چُن کر سامنے لکھیے:

	فاعل	مفعول
(الف) لیاقت علی خان نظریۂ پاکستان اور اسلام پر کامل یقین رکھتے تھے۔	ـــــــ	ـــــــ
(ب) خدا پاکستان کی حفاظت کرے۔	ـــــــ	ـــــــ
(ج) لیاقت علی خان ان تمام مسائل سے نمٹ رہے تھے۔	ـــــــ	ـــــــ
(د) قائدملت نے اپنا مکا ہوا میں لہرایا۔	ـــــــ	ـــــــ
(ہ) قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کے سیکریٹری کے عہدے کے لیے لیاقت علی خان کو منتخب کیا۔	ـــــــ	ـــــــ

۶۔ لیاقت علی خان پر اپنے لفظوں میں ایک مضمون لکھیے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ



لاہور کو بہت سے لوگ "داتا کی نگری" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تاریخی شہر میں ایک بزرگ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کا مزار ہے۔ یہ بزرگ تقریباً نو سو سال پہلے اس شہر میں تشریف لائے تھے۔ یہاں رہ کر انھوں نے لوگوں کو نیکی اور محبت کا سبق دیا اور اسلام کی تعلیمات کو اپنے قول و عمل سے عام لوگوں تک پہنچایا۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کا اصلی نام علی اور آپ کے والد کا نام عثمان تھا۔ ہجویری اس لیے کہلائے کہ آپ افغانستان کے مشہور شہر غزنی کے ایک محلّے ہجویر میں رہتے تھے۔ "گنج بخش" آپ کا لقب ہے۔ گنج بخش کے معنی ہیں "خزانہ بخشنے والا" جو لوگ محبت اور عقیدت سے آپ کی خدمت میں آتے تھے، آپ کے پاس بیٹھ کر ان کو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انھوں نے کوئی خزانہ پا لیا ہو۔

آپ کو علم حاصل کرنے کا شوق جگہ جگہ لیے پھرتا تھا۔ آپ نے بہت سے ملکوں کے سفر کیے، بزرگوں، درویشوں، صوفیوں اور عالموں سے ملے۔ اُس زمانے میں سفر کرنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا۔ لیکن جب کوئی سچے دل سے نیکی کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے ایران، عراق، شام اور ترکستان کے علاوہ

اور بھی بہت سے مقامات کا سفر کیا۔ علم کی تلاش میں ان کی جدوجہد کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف خراسان میں وہ تقریباً تین سو بزرگانِ دین سے ملے۔ ان کا سفر چالیس سال تک جاری رہا، اس کے باوجود انھوں نے ہمیشہ باجماعت نماز پڑھی۔

''کشف المحجوب'' داتا صاحبؒ کی مشہور کتاب ہے۔ دراصل آپ کے ایک ہم وطن نے آپ سے اللّٰہ کی محبت کے بارے میں بعض اہم سوال کیے تھے۔ آپ نے ان سوالوں کے جواب لکھے اور اس طرح ایک پوری کتاب بن گئی۔

حضرت داتا گنج بخشؒ جب لاہور میں تشریف لائے تو یہاں غیر مسلموں میں ان کے خلاف دشمنی کے جذبات بھڑک اُٹھے۔ لیکن اُخوّت اور محبت، نیکی اور سچائی کی دعوت نے ان کے دشمنوں کو بھی ان کا گرویدہ بنا دیا۔ بے شمار لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

کہتے ہیں ایک مرتبہ ایک آدمی آپ کا مرید ہونے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدّت تک خدمت کرتا رہا۔ جب واپس جانے لگا تو آپ نے کہا: ''تم اتنی مدّت ہمارے پاس رہے لیکن تم نے اپنے دل کی بات نہ کہی''۔ وہ بولا: ''حضرت! میں تو مرید ہونے کے لیے خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ مگر میں نے آپ میں کوئی خاص بات نہیں دیکھی، اس لیے جیسے خالی ہاتھ آیا تھا ویسے ہی جا رہا ہوں''۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا بھئی! اگر تم نے مجھ میں کوئی خاص بات نہیں دیکھی تو کوئی ایسی بات بھی دیکھی جو رسولِ اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت کے خلاف ہو؟'' وہ کہنے لگا: ''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں دیکھی۔'' اس پر آپؒ نے فرمایا: ''بھائی مسلمان کی سب سے خاص بات یہی ہے کہ وہ اللّٰہ کے رسول صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت پر عمل کرتا رہے''۔ یہ سُن کر وہ شخص بے حد شرمندہ ہوا۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کی ساری زندگی اسلام کی خدمت میں گزری۔ آپ نے ۱۰۷۲ء میں انتقال فرمایا۔ آج بھی آپ کے مزار پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ آتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔



مشق

۱۔ لاہور کو داتا کی نگری کیوں کہتے ہیں؟

۲۔ ''گنج بخش'' کا مطلب کیا ہے؟

۳۔ داتا گنج بخشؒ کی کتاب کا نام کیا ہے؟

۴۔ علم کی اہمیت کے متعلق کچھ حدیثیں اور بزرگوں کے اقوال جمع کر کے اپنی کاپی میں لکھیے:

۵۔ ذیل کے الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

داتا کی نگری ۔ کردار ۔ لقب ۔ سُنّت ۔ سیاحت ۔ اُخُوت ۔ جذبات ۔ گرویدہ ۔ سچائی ۔ فیض ۔

۶۔ جملے مکمل کیجیے:

(الف) داتا صاحب کا اصل نام .... تھا۔

(ب) آپ کے والد کا نام .... تھا۔

(ج) آپ کا لقب .... ہے۔

(د) آپ کا مزار .... میں ہے۔

(ہ) آپ کی .... کا نام کشف المحجوب ہے۔

۷۔ ذیل کے الفاظ کی ضد لکھیے: دن ۔ بوڑھا ۔ سفید ۔ ظالم ۔ نیکی ۔ محبت ۔

۸۔ ذیل کے جملوں کی ترتیب درست کیجیے:

(الف) فریدہ کل سلمیٰ کتاب نے کو دی ہے۔

(ب) اختر سلیم کا قلم نے لیا تھا۔

(ج) بادشاہ وزیر دیا انعام نے کو۔

۹۔ ان الفاظ پر اِعراب لگایئے: مقامات ۔ جدوجہد ۔ اخوت ۔ انتقال ۔ کشف المحجوب ۔

۱۰۔ اس سبق میں جو لفظ اسم ضمیر کے طور پر استعمال ہوئے ہیں انھیں اپنی کاپی میں لکھیے۔

۱۱۔ فعل لازم اور فعل متعدی کی پانچ پانچ مثالیں دیجیے۔

....................................

مِلّی ترانہ

ہم مسلم ہیں ہم ایک ہیں
ہم سچے ہیں ہم نیک ہیں
ہم مسلم ہیں ہم ایک ہیں
ہم ایک ہیں ہم ایک ہیں

اللہ کو یکتا جانتے ہیں
اور پیارے نبیؐ کو مانتے ہیں
مخلوق کا حق پہچانتے ہیں
باطل کو کب گردانتے ہیں
ہم مسلم ہیں ہم ایک ہیں
ہم سچے ہیں ہم نیک ہیں
ہم مسلم ہیں ہم ایک ہیں
ہم ایک ہیں ہم ایک ہیں

ہم ایرانی ، ہم افغانی
ہم ترک ، عرب ، ہم سوڈانی
ہم انڈونیشی ، بنگالی
ہم اُزبک ، ہم پاکستانی
ہم مسلم ہیں ہم ایک ہیں
ہم سچے ہیں ہم نیک ہیں
ہم مسلم ہیں ہم ایک ہیں
ہم ایک ہیں ہم ایک ہیں

(عنایت علی خان ٹونکی)

ہم ظلم کے ان اندھیاروں میں
انصاف کا دیپ جلائیں گے
ہم حق پر جان فدا کر کے
ہر باطل سے ٹکرائیں گے
ہم مسلم ہیں ہم ایک ہیں
ہم سچے ہیں ہم نیک ہیں

ہم مسلم ہیں ہم ایک ہیں
ہم ایک ہیں ہم ایک ہیں

مشق

۱۔ مسلمان اللہ کو کیا جانتے ہیں؟
۲۔ ہم مخلوق کا حق پہچانتے ہیں کا کیا مطلب ہے؟
۳۔ ساری دنیا کے مسلمان کس طرح ایک ہیں؟
۴۔ ہم ظلم کے خلاف کس طرح جنگ کر سکتے ہیں؟
۵۔ اہم باطل کو کیوں نہیں گردانتے ؟
۶۔ اس نظم کو ملّی ترانہ کیوں کہا گیا ہے؟
۷۔ خالی جگہوں میں موزوں لفظ لکھیے:
(الف) ہم.........، ہم افغانی، ہم ....، عرب، ہم ....
(ب) ہم ظلم کے ان......... میں .... کا......... جلائیں گے۔
۸۔ ان الفاظ کے ہم قافیہ لفظ لکھیے:
مانتے، ....، ....، ....، ....،
نیک، ....، ....، ....، ....،
جان، ....، ....، ....، ....،

.........☆.........

مہمان نوازی

مہمان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کہا جاتا ہے اور مہمانوں کی تواضع کا اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا ثواب ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ مہمان کے آنے سے پہلے اس کا رزق میزبان کے گھر پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ وہ رزق اسی کے مقدر کا ہوتا ہے اسے وہی کھاتا ہے کوئی اور نہیں کھا سکتا۔ اسی لیے کسی نے کہا ہے۔

مت پریشاں ہو ذرا بھی آمدِ مہمان پر
رزق کھاتا ہے وہ اپنا ، تیرے دسترخوان پر

ہمارے پیارے نبیؐ خود بھی مہمانوں کی بہت خاطر تواضع کرتے تھے اور ان کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔ اپنے صحابہؓ کو بھی اس چیز کی نصیحت فرماتے تھے۔ مہمان نوازی کے سلسلے میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ تو خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے۔

یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب ہمارے نبیؐ اور آپؐ کے ساتھی مکّہ مکرّمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منوّرہ پہنچے تھے۔ یہ لوگ مہاجر کہلاتے تھے اور اپنا سارا مال و متاع مکہ مکرمہ میں چھوڑ کر خالی ہاتھ آئے تھے۔ خود مدینے میں رہنے والے مسلمان بھی جن کا پیشہ زیادہ ترکھیتی باڑی تھا، اتنے غریب تھے کہ انھیں دو وقت کی روٹی بھی مُیسّر نہیں آتی تھی۔ ان حالات میں ایک مسافر ہمارے پیارے نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اپنے گھر پیغام بھیجا کہ کھانے کو کچھ ہو تو مہمان کے لیے بھجوائیں۔ گھر سے جواب آیا کہ گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہیں، پانی پر گزارہ ہے۔ تب آپؐ نے وہاں موجود صحابہؓ سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں میں سے کوئی میرے مہمان کو اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلا سکتا ہے؟ دل تو کس کا نہ چاہتا ہو گا کہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے مہمان کو گھر لے جائے اور اس کی تواضع کا ثواب کمائے۔ لیکن صحابہؓ کی حالت بھی رسول اکرمؐ سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔ صرف حضرت ابوطلحہؓ ایک صحابی کا خیال تھا کہ شاید ان کے گھر کھانے کو کچھ موجود ہو۔ چنانچہ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں آپ کے مہمان کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے انھیں اجازت دے دی۔

اب حضرت ابوطلحہؓ رسول کریمؐ کے مہمان کو اپنے ساتھ لیے، ان کی خدمت کو زندگی کی سعادت سمجھ کر، اپنی قسمت پر ناز کرتے چلے۔ گھر پہنچ کر حضرت ابوطلحہؓ نے علیحدگی میں اپنی بیوی کو بتلایا کہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے مہمان کو کھانا کھلانے اپنے ساتھ لائے ہیں۔ ان کی بیوی نے کہا کہ کھانا تو بس اتنا ہی ہے کہ بچے کھالیں۔ ہم دونوں کے لیے بھی کچھ نہیں ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابوطلحہؓ نے کہا کہ بچوں کو آج کسی طرح بہلا پھُسلا کر بھوکا ہی سُلا دو۔ یہ دو چار لقمے ہی مہمان کے پیٹ میں پڑ جائیں تو اچھا ہے۔ بیوی نے ایسا ہی کیا اور بچوں کو بہلا کر بھوکا ہی

سُلا دیا۔ کھانا کھانے کے لیے بیٹھنے سے پہلے حضرت ابوطلحہؓ نے پھر چپکے سے بیوی کے کان میں کہا کہ کھانا تھوڑا ہے اور مہمان ہمارے بغیر کھائے گا نہیں۔ اس لیے ایسا کرنا کہ کھانا کھانے بیٹھیں تو چراغ کی لو بڑھانے کے بہانے چراغ بجھا دینا تا کہ اندھیرا ہو جائے۔ پھر ہم دونوں اس طرح منہ چلاتے رہیں گے جیسے کھانا کھا رہے ہوں اور یہ تھوڑا سا کھانا مہمان کھالے گا۔ دونوں میاں بیوی نے ایسا ہی کیا۔ دونوں میاں بیوی اپنا منہ خالی چلاتے رہے اور کھانا کھانے کی سی آواز نکالتے رہے۔ مہمان یہ سمجھتا رہا کہ وہ بھی اس کے ہمراہ کھا رہے ہیں۔ اس طرح وہ کھانا مہمان نے کھالیا۔

دوسرے روز جب حضرت ابوطلحہؓ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ ابوطلحہؓ! تم نے رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا اللّٰہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوا ہے۔

اس موقعے پر قرآن شریف میں مسلمانوں کی تعریف میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ اپنی ضرورت روک کر دوسروں کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔

ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے مہمان کی اسی محبت اور خلوص سے خدمت کریں تا کہ اللّٰہ تعالیٰ ہم سے بھی خوش ہو جائے۔

مشق

۱۔ مہمان کو کیا کہا جاتا ہے؟

۲۔ ہمیں مہمان کے آنے پر پریشان کیوں نہیں ہونا چاہیے؟

۳۔ مہمان میزبان کے یہاں کس کے حصّے کا رزق کھاتا ہے؟

۴۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ مہمانوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے؟

۵۔ ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کی مالی حالت کیسی تھی؟

۶۔ نبی اکرم ﷺ کے گھر سے کیا جواب آیا؟

۷۔ حضرت ابوطلحہ نے اپنی بیوی سے چراغ بجھانے کو کیوں کہا؟

۸۔ چراغ دوبارہ کیوں نہیں جلایا گیا؟

۹۔ حضرت ابوطلحہؓ کو مہمان کی خدمت پر کیا انعام ملا؟

۱۰۔ نبی ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ کو کیا خوشخبری سنائی؟

۱۱۔ اس موقعے پر جو آیت نازل ہوئی اس میں کیا ارشاد ہوا؟

۱۲۔ حضرت ابوطلحہؓ کی مہمان نوازی کا واقعہ اپنے الفاظ میں سنایئے۔

۱۳۔ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

خاطر تواضع ، مقدر ، مال و متاع ، بہلا پھُلا کر ، چراغ کی لو ، سلوک۔



مولوی نذیر احمد دہلوی

مولوی نذیر احمد دہلوی ہندوستان کے شہر بجنور کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کا گھرانا علمی اور مذہبی تھا۔ اس لیے بچپن ہی سے مولوی نذیر احمد کی تربیت مذہبی انداز پر ہوئی۔ نذیر احمد کے والد مولوی سعادت علی ایک قابل مدرّس تھے اور بچوں کی اخلاقی تربیت پر خاص توجہ دیتے تھے۔ گھر کے علمی ماحول اور والد کی خصوصی توجہ سے، نذیر احمد کے دل میں بچپن ہی سے تعلیم حاصل کرنے میں دوسروں سے بازی لے جانے کا شوق پیدا ہوگیا۔ سب سے پہلے انھوں نے قرآن پاک پڑھا۔ اس کے بعد اپنے والد ہی سے فارسی پڑھنی شروع کی۔ اپنی خداداد ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے آٹھ نو برس کی عمر ہی میں اچھی خاصی فارسی سیکھ گئے۔ ان کے والد بچپن میں انھیں اکثر ایک بات سمجھایا کرتے تھے کہ بیٹا! علم معیارِ شرافت ہے۔ اپنے والد کے یہ الفاظ عمر بھر مولوی نذیر احمد کے کانوں میں گونجتے رہے اور عمل کے میدان میں وہ روز بروز ان کی ترقی کرنے کا سبب بنے۔

فارسی اور عربی کی مزید تعلیم انھوں نے مولوی نصراللّٰہ خان سے حاصل کی۔ مولوی نصراللّٰہ خان ایک ڈپٹی کلکٹر تھے اور بڑے عالم تھے۔ وہ اپنا فرصت کا وقت بچّوں کو تعلیم دینے میں صرف کرتے تھے۔ ان سے پڑھنے کے دوران نذیر احمد کے دل میں انھی جیسا بننے کا شوق پیدا ہوا۔ وہ ابھی اگرچہ چھوٹے ہی تھے لیکن اپنے نام کے ساتھ لفظ ڈپٹی کلکٹر لکھ لکھ کر دیکھا کرتے۔ بچپن کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے نذیر احمد کو سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔

مولوی ڈپٹی نصراللّٰہ خان سے نذیر احمد نے تین برس تک تعلیم حاصل کی۔ پھر ان کے والد نے انھیں مولوی عبدالخالق کے پاس پڑھنے بٹھایا۔ یہاں نذیر احمد سے پڑھائی کے عِوَض محنت مشقّت کا کام لیا جاتا۔ علم کے حصول کی سچی لگن کی وجہ

سے انھوں نے سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

کالج میں داخلے کے وقت ان کی عمر پندرہ، سولہ برس تھی۔ ان کی محنت اور ذہانت کی وجہ سے انھیں ماہانہ وظیفہ ملنا شروع ہو گیا۔ وہ اپنے وظیفے سے کچھ رقم بچا کر گھر بھی بھیجا کرتے تھے۔ یہ زمانہ نذیر احمد کے لیے بہت سخت تھا۔ لیکن انھوں نے کبھی ہمت نہ ہاری جس سے ان کے اندر اور زیادہ محنت مَشَقّت، صبر و تحمُّل، ایثار اور کفایت شِعاری کی خوبیاں پیدا ہو گئیں۔ محنت کا یہ حال تھا کہ رات رات بھر جاگتے اور مطالعہ کرتے۔

کالج کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد وہ ایک اسکول میں مدرّس ہو گئے۔ ترقی کرتے کرتے وہ اسکولوں کے ڈپٹی انسپکٹر مقرر کیے گئے۔ اس کے بعد انھوں نے انگریزی پڑھنا شروع کر دی۔ اپنے شوق اور لگن کی وجہ سے انھوں نے صرف چھ ماہ میں انگریزی میں بھی بڑی مہارت حاصل کر لی۔ کام میں ان کی قابلیت کو دیکھتے ہوئے حکومت نے انھیں سونے کی گھڑی انعام میں دی اور انھیں ڈپٹی کلکٹر مقرر کیا۔ اس اونچے عہدے پر پہنچ جانے کے بعد انھوں نے اور کاموں کے علاوہ ایک کام یہ بھی کیا کہ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے دلچسپ انداز میں کہانیاں لکھیں، جنھیں بے حد پسند کیا گیا۔

مولوی نذیر احمد نے قرآن پاک کا آسان اردو میں ترجمہ بھی کیا۔ اِنھی علمی خدمات کی وجہ سے ان کا نام آج تک زندہ ہے۔ ہم انھیں مولوی ڈپٹی نذیر احمد کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اتنی شہرت، اتنا بڑا مرتبہ انھیں علم کے شوق، انتھک محنت اور ترقی کرتے رہنے کی خواہش کے سبب ملا۔

..................☆..................

مشق

۱۔ مولوی نذیر احمد کہاں پیدا ہوئے؟ ۲۔ ان کے والد بچپن میں انھیں کیا سمجھاتے تھے؟

۳۔ مولوی نذیر احمد نے ترقی کس وجہ سے کی؟ ۴۔ اپنے الفاظ میں مولوی نذیر احمد پر ایک مضمون لکھیے:

۵۔ جملوں میں استعمال کیجیے: تعلیم و تربیت۔ شہرت۔ انتھک محنت۔ جدوجہد۔

۶۔ درج ذیل منفی جملوں کو مثبت جملوں میں تبدیل کیجیے:

(ا) مولوی نذیر احمد کے والد مدرس نہیں تھے۔

(ب) مولوی صاحب کی تربیت اچھے استادوں نے نہیں کی۔

(ج) نذیر احمد کی شہرت ان کی محنت کی وجہ سے نہیں ہوئی۔

(د) مولوی نذیر احمد نے انتھک جدوجہد اور مسلسل محنت نہیں کی۔



راشد مِنہاس شہید

مسلمانوں کی تاریخ جانبازوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ انھیں میں سے ایک جانباز راشد مِنہاس شہید بھی ہیں۔ جنھیں ان کی بے مثال بہادری پر پاکستان کا سب سے بڑا قومی تمغا ''نشان حیدر'' دیا گیا۔ جو دراصل ان کی وطن پرستی، شجاعت اور اپنی جان کی قربانی کا اعتراف تھا۔ ''نشانِ حیدر'' پاکستان کا سب سے بڑا فوجی اعزاز ہے اور اُن لوگوں کو دیا جاتا ہے جو میدانِ جنگ میں ہمت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے وطن کی خاطر جانیں قربان کر کے شہادت کا رتبہ پاتے ہیں۔

پاکستان میں اب تک دس افراد کو ''نشان حیدر'' دیا گیا ہے۔ ان میں کیپٹن محمد سرور شہید، میجر محمد طفیل شہید، میجر عزیز بھٹی شہید، پائلٹ آفیسر راشد مِنہاس شہید، میجر محمد اکرم شہید، سوار محمد حسین شہید، میجر شبیر شریف شہید، لانس نائیک محمد محفوظ شہید، کیپٹن کرنل شیر خان شہید اور حوالدار لالک جان شہید شامل ہیں۔ ان بہادر جانبازوں نے قوم اور ملک کے لیے ایسی عظیم قربانیاں دیں کہ ان کے نام تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

راشد مِنہاس شہید کو بچپن ہی سے بہادروں کے قصے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ ٹیپو سلطان شہید کا یہ قول اکثر دُہرایا کرتے تھے: شیر کی ایک دن کی زندگی، گیدڑ کی سو سالہ کی زندگی سے بہتر ہے''۔

وہ پڑھنے لکھنے کے ساتھ ساتھ ہوائی جہاز کے چھوٹے چھوٹے ماڈل بھی جمع کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی تحفے میں انھیں ہوائی جہاز کے کھلونے دیتا تو وہ بہت خوش ہوتے۔ اپنا جیب خرچ جمع کر کے بھی وہ ہوائی جہاز کے مختلف ماڈل خرید لیا کرتے۔

دس سال کی عمر میں راشد مِنہاس شہید نے ہوائی جہازوں کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کر لیں تھیں۔ جہازوں کے نام، ان کے قسمیں اور ان کی رفتار کے بارے میں وہ کافی معلومات رکھتے تھے۔ جب ۱۹۶۵ء میں

پاکستان اور ہندوستان میں جنگ ہوئی تو اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی۔ اس وقت انھوں نے پاک فضائیہ میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ وہ جنگ کے دوران پاک فضائیہ کے اڑتے ہوئے جہازوں کو سیلیوٹ (فوجی سلام) کرتے اور کہتے:
''آگے بڑھو! آگے بڑھتے جاؤ! دشمن کی کمر توڑ کر رکھ دو''۔

راشد مِنہاس شہید رسالپور کے فضائی فوج کے تربیتی اسکول میں تربیت حاصل کر رہے تھے۔ روزانہ کی طرح ۲۰ر اگست کی صبح کو بھی وہ تربیتی پرواز کے لیے تیار ہو کر جہاز میں سوار ہوئے۔ ان کے ساتھ پائلٹ افسر مطیع الرحمٰن بھی تھا۔ ہوائی جہاز معمول کے مطابق اڑا، اور آن کی آن میں ہزاروں میٹر کی بلندی پر، پرواز کرنے لگا۔

اس جہاز کو روانہ ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ہوائی اڈّے کے کنٹرول ٹاور کو ایک پریشانی میں ڈال دینے والا پیغام موصول ہوا۔ یہ پیغام کیڈٹ راشد مِنہاس شہید کی طرف سے تھا۔ اس پیغام سے معلوم ہوا کہ جوں ہی جہاز فضا میں بلند ہوا، مطیع الرحمٰن نے اس کا رخ بھارت کی طرف موڑ دیا۔ وہ اس جہاز کو بھارت لے جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ پیغام سننے والے سخت پریشان ہو گئے کہ اگر غدارِ مطیع الرحمٰن اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا تو پاکستان کی بڑی بے عزتی ہو گی۔ راشد مِنہاس شہید کو بھی یہی فکر دامن گیر تھی۔ کیڈٹ راشد منہاس، مطیع الرحمٰن کو اس بات سے باز رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر ان کا افسر ان سے عمر میں بڑا تھا اور تجربہ کار بھی۔ اس پر قابو پانا راشد مِنہاس شہید کے لیے مشکل تھا۔ راشد مِنہاس شہید نے دیکھا کہ وہ جہاز کا رخ واپس پاکستان کی طرف موڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بس یہی لمحہ ان کے لیے فیصلہ کن لمحہ تھا۔ انھوں نے فوراً فیصلہ کر لیا کہ جہاز کو کسی بھی قیمت پر بھارت لے جانے نہیں دیں گے۔ چنانچہ انھوں نے جہاز کا رخ زمین کی طرف کر دیا۔ اس وقت انھیں صرف اپنے وطن کی عزت کا خیال تھا، اپنی جان کی ذرہ برابر فکر نہ تھی۔ جہاز نے کئی قلا بازیاں کھائیں اور نیچے زمین سے آ ٹکرایا۔ اس طرح راشد مِنہاس شہید نے ایک طرف غدارِ وطن مطیع الرحمٰن کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا اور دوسری طرف اپنے وطن کی عزت بچانے کے لیے اپنی جان جیسی پیاری چیز قربان کر دی۔

راشد مِنہاس شہید باقاعدہ اپنی ڈائری لکھا کرتے تھے۔ اس میں انھوں نے ایک جگہ لکھا ہے:۔
''ہم ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ پھر کیوں نہ ہم اپنی زندگی اپنے وطن پر نثار کر دیں۔ یہ کام تو بہت آسان ہے۔''

بچو! آپ نے دیکھا راشد مِنہاس شہید نے یہ الفاظ اپنی ڈائری ہی میں نہیں لکھے بلکہ جب زندگی میں انھیں اپنے الفاظ کو سچا ثابت کر دکھانے کا وقت پیش آیا تو انھوں نے اپنے الفاظ پر حرف بہ حرف عمل کر دکھایا۔ ان کی اسی بے مثال جرأت اور بہادری پر حکومتِ پاکستان نے انھیں ''نشانِ حیدر'' کا اعزاز عطا کیا۔

مشق

۱۔ راشد منہاس شہید نے کیا قول اپنی ڈائری میں لکھا تھا؟
۲۔ راشد منہاس شہید نے اپنا کون سا جملہ ڈائری میں لکھا تھا؟
۳۔ وہ بچپن میں کس کے ماڈل جمع کیا کرتے تھے؟
۴۔ پاکستان کا سب سے بڑا قومی تمغا کون سا ہے؟
۵۔ راشد منہاس نے پاک فضائیہ میں شامل ہونے کا فیصلہ کب کیا تھا؟
۶۔ وہ جنگ کے دوران پاک فضائیہ کے جہازوں کو اڑتا دیکھتے تو کیا کہتے تھے؟
۷۔ کس تاریخ کو راشد منہاس شہید نے شہادت کا مرتبہ پایا؟
۸۔ راشد منہاس شہید نے مطیع الرحمٰن کو تربیتی ہوائی جہاز ہندوستان کیوں نہیں لے جانے دیا؟
۹۔ پاکستان میں اب تک کتنے شہیدوں کو ''نشان حیدر'' مل چکا ہے؟
۱۰۔ ایک چارٹ بنائیے اور اس میں اب تک جن جن شہیدوں کو نشان حیدر ملا ہے ان کے نام خوش خط لکھیے۔
۱۱۔ راشد منہاس کے بارے میں چند پیرا لکھیے۔

ان جملوں کو غور سے پڑھیے:

☆ راشد منہاس بے حد بہادر تھے۔
☆ سلیم آج کل شہر میں مختار کار ہے۔
☆ اسلم ایک اچھا سماجی کارکن ہے۔
☆ وہ اچھا نشانے باز ہے۔
☆ وہ دشمن سے پوری طرح باخبر ہے۔

ان جملوں میں، بے حد، مختار کار، کارکن، نشانے باز اور باخبر کے لفظ آئے ہیں۔

۱۲۔ آپ اس سبق میں سے اسی طرح کے لفظ تلاش کر کے لکھیں۔

..............☆..............

مٹّی کا دِیا



جُھٹ پٹے کے وقت گھر سے ایک مٹی کا دیا
ایک بڑھیا نے سرِ رہ لا کے روشن کر دیا

تا کہ رہ گیر اور پردیسی کہیں ٹھوکر نہ کھائیں
راہ سے آساں گزر جائے ہر اِک چھوٹا بڑا

یہ دیا بہتر ہے اُن جھاڑوں سے اور فانوس سے
روشنی محلوں کے اندر ہی رہے جن کی سدا

گر نکل کر اک ذرا محلوں کے باہر دیکھیے
ہے اندھیرا گُھپ در و دیوار پر چھایا ہوا

سرخ رو دنیا میں بس وہ رہنما مینار ہیں
روشنی سے جن کی ملاحوں کے بیڑے پار ہیں

(الطاف حسین حالؔی)

مشق

۱۔ بڑھیا نے مٹی کا دیا روشن کر کے راستے میں کیوں رکھا تھا؟

۲۔ اس نظم کے واقعہ کو نثر میں لکھیے۔

۳۔ ہم صَوت الفاظ کے معنوں کا فرق لکھیے۔

سدا صدا، کثرت کسرت، عمارت اَمارت، سورۃ صورت، مربّا مربع، حال ہال۔



ابو ریحان البیرونی

اسلام نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے دنیا کے علوم وفنون سیکھے اور انھیں ترقی دی۔ مسلمان عالموں میں ابو ریحان البیرونی کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ ان کا دور مسلمان کی ترقی کا ایک سنہری دور تھا۔ انھوں نے ہر طرح کے علم میں مہارت حاصل کی۔ تاریخ، جغرافیہ، مذہب، فلسفہ، شاعری، کیمیا، نجوم، علم بدن، روشنی کا علم اور دوسرے مختلف عُلوم پر انھوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ وہ علم حاصل کرنے کے لیے ہر اس جگہ پہنچے جہاں سے علم مل سکتا تھا۔

ابو ریحان کے والدین غریب تھے اس کے باوجود وہ حصولِ علم کے لیے اپنے وطن سے خوارزم جا پہنچے جو اس زمانے میں علوم وفنون کا مرکز تھا۔ وہاں وہ تیئیس سال کی عمر تک علم حاصل کرتے رہے۔ لیکن بعض حالات کی وجہ سے انھیں خوارزم چھوڑنا پڑا۔ کچھ عرصے بعد وہ ملک طبرستان چلے گئے۔ وہاں ان کی بڑی قدر ہوئی۔ انھیں آلِ عراق کی سرپرستی بھی حاصل رہی۔ انھوں نے اپنی کتاب ''آثارِ باقیہ'' میں امیر منصور کی مہربانیوں کا ذکر خاص طور پر کیا ہے۔ یہ بادشاہ عالموں کا بڑا قدر دان تھا اور خود بھی علمِ ریاضی کا ماہر تھا۔ خوارزم کے نزدیک ایک اور صوبہ تھا جہاں کے حاکم سے البیرونی کا تعلق ایک مدّت تک رہا۔ انھوں نے اس حاکم کے زیرِ سایہ رہ کر کئی کتابیں لکھیں۔ جب سلطان محمود غزنوی نے خوارزم کو فتح کیا تو وہاں کے بڑے بڑے عالموں کو اپنے ساتھ غزنی لے آیا۔ ان میں البیرونی بھی شامل تھے۔ محمود غزنوی نے ہندوستان پر توحید کا پرچم لہرانے کے لیے سترہ حملے کیے۔ وہ ہر بار البیرونی کو اپنے ساتھ وہاں لے گیا اور جب ہندوستان اس کے قبضے میں آ گیا تو البیرونی نے مستقل طور پر ہندوستان ہی میں سکونت اختیار کر لی۔

محمود غزنوی البیرونی کے علم وفضل کی وجہ سے ان کی بڑی عزّت کرتا تھا۔ خاص طور پر علمِ نُجوم کی وجہ سے۔ ایک دفعہ محمود غزنوی نے سوچا کیوں نہ البیرونی کا امتحان لیا جائے۔ چناں چہ اس نے ان کو اپنے دربار میں بلوایا اور

بڑے بڑے ماہرینِ علم کی موجودگی میں ان سے مخاطب ہوا:

''ابو ریحان! آپ کو علمِ نجوم میں بڑا دعویٰ ہے ذرا یہ تو بتایئے کہ میں یہاں سے اُٹھ کر کس دروازے سے باہر نکلوں گا؟'' البیرونی نے کچھ دیر حساب لگایا اور ایک پرچے پر جواب لکھ کر مسند کے نیچے رکھ دیا۔ سلطان جس ایوان میں بیٹھا ہوا تھا اس میں چار دروازے تھے۔ سلطان نے خدمت گاروں کو حکم دیا کہ مشرقی دیوار توڑ کر ایک نیا دروازہ بنایا جائے۔ چناں چہ دیوار توڑ کر ایک نیا دروازہ بنایا گیا اور سلطان اس سے باہر چلا گیا۔ اب وہ پرچہ مسند کے نیچے سے نکال کر دیکھا گیا تو اس میں ایسا ہی درج تھا۔ سلطان حیران رہ گیا۔ اس قسم کے اور بھی واقعات ہیں جن سے محمود غزنوی کے دل میں اُن کی عزت اور بڑھ گئی۔

البیرونی نے سیاروں کی گردش کا مشاہدہ کرنے کے لیے ملتان کے قریب ایک جگہ منتخب کی اور وہاں بہت سے تجربات کیے۔ وہ ملتان کے علاوہ لاہور، پشاور، جہلم اور سیالکوٹ بھی گئے اور قطب تارے کی اونچائی کے حساب سے ان سب شہروں کا عرض البلد معلوم کیا۔ ہندوستان کے لوگوں کے حالات معلوم کیے، اہلِ قلم سے ملاقاتیں کیں اور اپنے تجربات کو علم کی زینت بنایا۔

البیرونی نے تقریباً ایک ہزار سال پہلے یہ کتابیں لکھیں۔ لیکن آج بھی علمی دنیا میں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ البیرونی کا نام بے حد عزت و احترام سے لیتے ہیں۔

نومبر ۱۹۷۳ء میں حکومت پاکستان نے ان کی پیدائش کا ہزار سالہ بین الاقوامی جشن منایا تھا۔ جس میں دنیا بھر کے عالموں نے ان کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔

.... ☆ ....

مشق

۱۔ البیرونی کو کن کن علوم میں مہارت حاصل تھی؟

۲۔ البیرونی نے حصولِ علم کا شوق کس طرح پورا کیا؟

۳۔ محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملے کیوں کیے؟

۴۔ محمود غزنوی نے البیرونی کے علمِ نجوم کا کس طرح امتحان لیا؟

۵۔ البیرونی کا ہزار سالہ بین الاقوامی جشن پاکستان میں کب منایا گیا؟

۶۔ البیرونی نے کس کس علم پر کتابیں لکھی ہیں؟

۷۔ ان الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے:

حیثیت۔ سنہری دور۔ نجوم۔ پرچم۔ بین الاقوامی۔

۸۔ واحد الفاظ کی جمع اور جمع کے واحد لکھیے:

عالم، حقیقت، صاحبان، ماہرین، حکم، واقعات۔

۹۔ اعراب لگائیے:

خوارزم، علم وفضل، مسند، زینت، جشن۔

بعض صورتوں میں فاعل کے بعد ''نے'' آتا ہے اور مفعول کے بعد لفظ ''کو''۔ ''نے'' فاعل کی اور ''کو'' مفعول کی علامت ہے۔ مثلاً استاد نے شاگرد کو انعام دیا۔

۱۰۔ ذیل کے جملوں میں جہاں جہاں ضرورت ہو فاعل اور مفعول کی علامتیں لگائیے:

(الف) مسلمانوں.............. دنیا کے علوم وفنون سیکھے۔

(ب) البیرونی .... ہر طرح کے علم میں مہارت حاصل کی۔

(ج) سلطان محمود غزنوی خوارزم کے بڑے بڑے عالموں.............. اپنے ساتھ غزنی لایا۔

(د) البیرونی.............. ''آثارِ باقیہ'' میں امیر منصور کی مہربانیوں کا ذکر کیا ہے۔

(ہ) سلطان محمود ہر بار البیرونی.............. اپنے ساتھ ہندوستان لایا۔

۱۱۔ دیے ہوئے الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں:

(آثارِ باقیہ۔ خوارزم۔ ملتان)

(الف) البیرونی نے .... کے قریب سیاروں کی گردش کا مشاہدہ کیا۔

(ب) امیر منصور کا ذکر .... کتاب میں کیا گیا۔

(ج) .... البیرونی کے زمانے میں علوم وفنون کا مرکز تھا۔

.... ☆ ....



محنت کی برکت

شاہنواز سندھ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتا تھا۔ اس کا باپ ایک زمیندار تھا۔ گھر میں اس سے محبت کرنے والی ماں کے علاوہ کئی نوکر چاکر تھے۔ جو اس کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔ گاؤں میں کوئی اسکول نہ تھا کہ شاہنواز تعلیم پاتا۔ البتہ نوکروں میں ایک بوڑھا نوکر اللہ ڈنو تھا جو اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ ہمیشہ اُسے اچھی اچھی کہانیاں اور بزرگوں کے واقعات سناتا۔ اسے اچھی بری باتوں میں تمیز کرنا سکھاتا۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے محبت کی تلقین کرتا۔ اس کے ساتھ رہ کر شاہنواز بہت سی اچھی باتیں سیکھ گیا تھا۔ وہ اللہ ڈنو کا نام لینے کے بجائے اسے ہمیشہ چاچا کہہ کر پکارتا تھا۔

ایک بار گاؤں میں زبردست سیلاب آیا۔ شاہنواز کے والدین اس وقت کسی دوسرے گاؤں سے بیل گاڑی پر واپس آرہے تھے کہ سیلاب نے آلیا اور ساتھ بہا لے گیا۔ ان کی کھڑی فصلیں بھی سیلاب میں بہ گئیں۔ جب سیلاب ختم ہوا تو شاہنواز یتیم اور بے آسرا ہو چکا تھا۔ تعلیم اس کے پاس تھی نہیں کہ کہیں جا کر کوئی اچھی سی ملازمت کرتا۔ ہنر بھی کوئی جانتا نہ تھا کہ اس کے ذریعے اپنا گزارہ کرتا۔ ان حالات میں شاہنواز اکثر اداس رہتا اور پریشان ہو کر رونے لگتا۔

ایسے وقت میں بھی اللہ ڈنو نے شاہنواز کا ساتھ نہ چھوڑا۔ وہ اس کی ہمت بڑھاتا رہتا اور اسے کچھ نہ کچھ کام کرنے کی ترغیب دیتا رہتا۔ مگر شاہنواز بڑے باپ کا بیٹا تھا۔ اس نے کبھی کام نہیں کیا تھا۔ اسے کام کرنے میں شرم

آتی تھی۔ ایک روز اللہ ڈنو نے اسے سمجھایا: ''بیٹا ہم مسلمان ہیں ۔ہمیں محنت سے روزی کمانے میں شرمانا نہیں چاہیے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم دنیا کے عظیم ترین انسان تھے۔وہ بھی اپنا کام خود کرتے تھے۔ انھوں نے بکریاں چرائیں، تجارت کی، محنت مزدوری کی اور کام کرنے میں کبھی شرم محسوس نہیں کی۔تم بھی اٹھو، محنت کرو، محنت میں عظمت ہے اور اسی میں برکت ہے۔

مگر چاچا، مجھے بتاؤ، میں کیا کروں؟

کرنا کیا ہے۔ زمین موجود ہے ہم اس پر محنت کریں گے اللہ برکت دے گا۔شروع شروع میں کام نہ جاننے کی وجہ سے شاہنواز کو سخت محنت اور جدوجہد کرنی پڑی۔ وہ صبح سے شام تک خوب لگن اور محنت سے زمینوں پر کام کرتا۔آخر اس وقت اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب اس نے اپنی زمینوں پر فصل کو لہلہاتے دیکھا۔

شاہنواز اسی طرح لگن کے ساتھ کام کرتا رہا۔ اس کے حالات پہلے سے بہتر ہونے لگے۔ کچھ ہاری بھی ملازم رکھ لیے۔لیکن وہ خود بھی ان کے ساتھ محنت میں مشغول رہتا۔ وقت گزرتا رہا۔ اللہ ڈنو اسے محنت مشقت کرتے دیکھتا تو خوشی سے پھولا نہ سماتا۔شاہنواز بھی اب چاچا اللہ ڈنو سے پہلے سے زیادہ محبت کرنے لگا تھا۔کیوں کہ یہ چاچا اللہ ڈنو ہی تو تھا جس کی مسلسل نصیحتوں اور کوششوں نے بالآخر اس کی زندگی بدل ڈالی تھی۔ شاہنواز کی مسلسل محنت اور جدوجہد رنگ لائی۔ اب حالات ایک بار پھر ویسے ہی ہو گئے جیسے اس کے باپ کی زندگی میں تھے۔اب پھر اس کے گھر میں نوکر چاکر تھے اور زمینوں پر ہاری۔ لیکن وہ اب بھی ان کے ساتھ مل کر ہل جوتتا، بیج بوتا، فصلوں کو سینچتا اور اپنی محنت کے پھل سے لطف اندوز ہوتا۔



مشق

۱۔ شاہنواز کو گھر میں سب سے زیادہ محبت کس سے تھی؟

۲۔ شاہنواز تعلیم کیوں حاصل نہ کرسکا؟

۳۔ اللہ ڈنو نے شاہنواز کو کس طرح کی تربیت دی؟

۴۔ اللہ ڈنو نے شاہنواز کو محنت مزدوری کرنے کے لیے کیا مثال دی؟

۵۔ مسلسل محنت کی وجہ سے شاہنواز کے حالات کیسے ہوگئے؟

۶۔ ہر جملے کے سامنے دیے گئے جوابات میں سے مناسب جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) شاہنواز کو اس کے والد نے دوسرے گاؤں نہیں بھیجا کیوں کہ:

(وہ ابھی کم عمر تھا۔ وہاں کوئی اسکول نہ تھا۔ وہ اکلوتا بیٹا تھا)

(ب) اللہ ڈنو، شاہنواز کو ہمیشہ سکھاتا تھا:

(کھیتی باڑی کا طریقہ۔ اچھی اچھی باتیں۔ جنگ کرنے کا طریقہ)

(ج) شاہنواز کے حالات پھر سے بدل گئے۔

(محنت اور جدوجہد سے۔ والد کی دولت سے۔ لوگوں کی مدد سے)

(د) اللہ ڈنو چاچا کی باتوں سے شاہنواز کے دل پر اثر ہوا:

(بڑا۔ معمولی۔ بُرا)

۷۔ اس سبق میں جو جو اسمِ معرفہ استعمال ہوئے ہیں انھیں اپنی کاپی میں لکھیے:

۸۔ درج ذیل الفاظ پر اِعراب لگائیے:

محبت۔ اوجھل۔ معاملہ۔ عزم۔ انتہا۔ فراہم۔ مشقت۔ سینچنا۔ نصیحت آموز۔

۹۔ "محنت کی برکت" پر اپنے لفظوں میں ایک مضمون لکھیے:



گُڑیا کی شادی

''گاجر کی پینڈی گل خیرے کا پھول، کہو میاں گڈے تمھیں گڑیا قبول؟'' ارشد نے لہک لہک کر کہا: جواب میں عطیہ نے اپنے سامنے رکھے ہوئے گڈے کی گردن اقرار کے انداز سے ہلا کر خود کہا ''قبول''۔

''اور گڑیا سے بھی قبول کراؤ کیا پتا اسے گڈا قبول ہو نہ ہو'' غزالہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''نہیں باجی وہ پہلے ہی اجازت دے چکی ہے۔'' عائشہ اپنی گڑیا کا گھونگٹ ٹھیک کرتے ہوئے بولی۔ پھر ارشد سے مخاطب ہوئی۔ ''ہاں قاضی صاحب نکاح پڑھایئے۔''

''ہاں، ہاں نکاح تو پڑھاتا ہوں۔ مگر وہ تو تم نے طے کر لیا ہے نا عطیہ سے بعد میں جھگڑا نہ ہو۔'' ارشد نے پوچھا۔

''مہر نا؟ وہی سوا پانچ روپے جو غزالہ باجی کی گڑیا کا بندھا تھا۔'' عطیہ نے جواب دیا۔

''جی مہر نہیں، قاضی صاحب کی فیس۔ یہ عاشی کہ رہی تھیں۔ دولھا والے دیتے ہیں۔'' ارشد نے کہا۔

''کتنی فیس ہوگی؟'' عطیہ کی طرف سے رعنا نے پوچھا۔ ''وہی سوا روپیہ جو غزالہ باجی کی سمدھن نے دیا تھا۔'' ارشد نے جواب دیا۔

''بھئی سوا روپیہ تو بہت ہوتا ہے۔ ڈھائی روپے تو پہلے ہی چھوہاروں میں اٹھ گئے ہیں۔'' ''عطیہ نے کہا'' تو پھر منظور ہے سوا روپیہ؟'' ارشد نے غزالہ سے پوچھا۔ ''بھئی سوا روپیہ تو بہت ہوتا ہے، پہلے کوئی پیسے لے کر نکاح تھوڑائی پڑھاتے تھے، نکاح پڑھانا تو ثواب کا کام ہے'' عطیہ نے کہا۔

''وہ اصلی نکاح پڑھانا ہوگا ثواب کا کام۔ یہ گڑیوں کا نکاح ہے۔ اس کے تو پیسے لگیں گے۔ ایک روپیہ پچیس پیسے، پورا سوا روپیہ۔'' ارشد نے اپنا اٹل فیصلہ سنا دیا۔

''لاؤ عطی ہم ایک روپے میں پڑھا دیں'' اظہر نے ارشد کے سر پر سے ٹوپی اتار کر اپنے سر پہ رکھتے ہوئے کہا۔

''جی نہیں پہلے ہم سے کہا تھا۔ اسی لیے ہم کھیلنے بھی نہیں گئے''۔ ارشد نے اپنی ٹوپی واپس چھینی۔

''نہیں عاشی ارشد بھائی سے ہی پڑھواؤ۔ یہ بہت اچھا پڑھاتے ہیں'' اسماء نے عاشی کا کندھا ہلا کر کہا۔

''اچھا پڑھتے ہیں تبھی تو سوا روپیہ لیتے ہیں، جتنا گڑ ڈالو اتنا میٹھا ہوگا'' ارشد نے فخر سے کہا۔

''اچھا چلو پڑھاؤ'' عطیہ راضی ہوگئی۔

ارشد کی باچھیں کھِل گئیں۔ پھر ذرا سنبھل کر بیٹھے اور آنکھیں بند کر کے جھوم جھوم کر بالکل اسی طرح پڑھنے لگے جس طرح رضیہ خالہ کے نکاح میں قاضی صاحب کو پڑھتے دیکھا تھا۔ پتے پہ پتا آ آ، پتے ے ے پہ دہی ی ی، اچانک کوئی خیال آیا اور آنکھیں کھول کر خفگی سے بولے۔ ''نام تو بتائے ہی نہیں تم نے۔ کس سے کس کا نکاح؟''

''نام تو ہم نے کوئی رکھا ہی نہیں'' ہم تو بس گڑیا کہتے ہیں'' عاشی نے کہا۔

''اور ہم نے تو خریدا ہی آج صبح ہے، ابھی نام رکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔'' عطیہ بولی۔ ''چلو گڑیا گڈے کا نکاح صحیح کہ دو'' مظہر نے بزرگانہ مشورہ دیا۔ ''نہیں جی، گڑیا گڈے تو دنیا میں بہت سے ہیں، نام ہونا چاہیے۔'' ارشد نے گویا قانونی نکتہ نکالا۔ ''تو اشارہ کردو، ''اس گڑیا اور اس گڈے کا نکاح صحیح ہے'' مظہر نے مسئلے کا دوسرا حل بتایا۔ ''ہاں یہ ٹھیک ہے۔'' ارشد نے کہا اور پھر اسی طرح آنکھیں بند کر کے ہلنا شروع کیا۔ ابھی وہ نکاح کا ''خطبہ'' شروع ہی کرنے والے تھے کہ ایک نیا ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا۔ عطیہ نے اپنے بھائی سلیمان کی انگلی مروڑ دی اور وہ چیخ چیخ کر رونے لگا۔ قاضی صاحب سمیت سب کی توجہ اس طرف مبذول ہوگئی۔ ''تمھاری یہی سزا ہے، اتنا صبر نہیں ہوسکتا کہ نکاح ہوجائے۔ چھوہارے کہیں بھاگے جارہے ہیں۔'' عطیہ غصے میں ڈانٹ رہی تھی۔

''کھا کون رہا تھا ہم مکھی اڑا رہے تھے۔'' سلیمان نے اپنی انگلی سہلاتے ہوئے کہا۔

''تو لاؤ ایک مکھی ہم بھی اڑادیں۔'' عطیہ کے بڑے بھائی ریحان نے بیچ میں رکھی ہوئی تھالی سے ایک چھوہارا اٹھاتے ہوئے کہا۔

''اور ایک مکھی ہم بھی'' مسرور میاں نے بھی موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک چھوہارا اٹھالیا۔ عطیہ نے زبان سے تو کچھ نہیں کہا، غصے میں جھلا کر تھالی پر ہاتھ مار کر سارے چھوہارے بکھیر دیے اور منہ پھُلا کر وہاں سے جانے لگی۔ غزالہ نے مسرور اور ریحان کو ڈانٹ کر چھوہارے واپس لیے۔ سعیدہ اور گڈو نے بکھرے ہوئے چھوہارے واپس تھالی میں رکھے اور عاشی نے عطیہ کو منا کر واپس بٹھادیا۔ اظہر اور منوّر نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارہ کیا اور اٹھ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئے۔ بھاگتے ہوئے ان کو یہ بھی خیال نہیں رہا کہ بند مٹھی والے ہاتھ کو پشت سے ہٹا کر سامنے کرلیتے۔ عطیہ نے ان کے پیچھے جانا چاہا تو غزالہ نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''چلو جانے دو چھوہاروں پر ہی ٹلی، بیٹھتے تو اور شرارت کرتے۔''

قاضی صاحب نے جھگڑا نمٹتا دیکھ کر پھر اسی انداز سے جھومتے ہوئے کہا۔ ''اب سب چپ رہنا۔'' اور پھر ترنّم

کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ ''پتے ے ے پہ پتا آ آ، پتے ے ے پہ دہی ی ی ، اس گڑیا کا آ آ آ، اس گڈے سے نکاح صحیح ۔'' نکاح ہوتے ہی مبارک سلامت کا شور اٹھا۔ سب کو ایک ایک چھوہارا ملا، گیتوں کا سلسلہ جو نکاح کے دوران منقطع ہوگیا تھا دوبارہ شروع ہوگیا۔ عطیہ، سعدیہ، رعنا، عائشہ، اور غزالہ سب آواز سے آواز ملا کر گا رہی تھیں۔ ''میری گڑیا کا دیکھو خیال رکھنا، پیاری گڑیا کا دیکھو خیال رکھنا۔''

گانے کے دوران عاشی کی امی پانوں کی تھالی ہاتھ میں لیے داخل ہوئیں۔ بچیوں کو گاتے دیکھ کر مسکرائیں، بچیوں نے ان کو دیکھا تو شرما کر چپ ہوگئیں۔ انھوں نے تھالی درمیان میں رکھ دی اور بولیں چپ کیوں ہوگئیں۔ گاؤنا، اچھا پہلے سونف الائچی کھالو پھر گانا اور بچیوں نے پھر گانا شروع کردیا۔ ''میری گڑیا کا دیکھو خیال رکھنا، پیاری گڑیا کا دیکھو خیال رکھنا'' گانا ختم ہوا، گڑیا کو رخصت کرتے وقت عائشہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ غزالہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔'' عاشی بہن تم ذرا فکر نہ کرو۔ عطیہ تمھاری گڑیا کو خوب سجی ہوئی الماری میں رکھے گی، عمدہ عمدہ کپڑے بنائے گی اور تم جب چاہو اپنی گڑیا کو بلالیا کرنا۔'' اس کے بعد عطیہ نے پوری محفل کو دوسرے روز اپنے گھر آنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا۔'' کل ہمارے گڈے کا ولیمہ ہے، سب بھائی بہن عصر کی چائے ہمارے گھر آکر پییں۔'' عاشی کی سمدھنوں نے اس سے رخصت کی اجازت لی اور بی عطیہ ''اچھا بھئی خدا حافظ'' کہ کر گڑیا بغل میں داب اپنے گھر چل دیں۔

مشق

۱۔ نکاح کے وقت کس کس کی مرضی معلوم کرنی ضروری ہوتی ہے؟ ۲۔ قاضی صاحب نے خطبہ پڑھنے میں کیوں دیر کی؟

۳۔ گڑیوں کی شادی سے بچیوں میں کس کس بات کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے؟

۴۔ تقریب کا حال عطیہ کی زبانی لکھیے۔

وقفہ تام یا سوالیہ (؟) یہ علامت جملے کے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ مثلاً: یہ کتاب ہے۔ وہ کون ہے؟

۵۔ اس عبارت میں مناسب جگہ پر ''سوالیہ'' اور ''وقفہ تام'' لگایئے:۔

ایک مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تعارف کے بعد انھوں نے پوچھا وطن کون سا ہے میں نے کہا دہلی کہنے لگے دہلی کہاں ہے میں بولا ہندوستان میں اس پر سب اہلِ محفل بڑے خوش ہوئے انھوں نے مجھے اپنے پاس بٹھالیا۔
مالک نے نوکر سے ڈانٹتے ہوئے پوچھا تم کہاں گئے تھے میں کب سے انتظار کر رہا ہوں ۔

۶۔ اس سبق میں جو محاورے آئے ہیں انھیں چن کر اپنی کاپی میں لکھیے:۔

۷۔ جتنا گڑ ڈالو اتنا میٹھا ہوگا، یہ کہاوت ہے۔ آپ کو کوئی اور کہاوت یاد ہو تو لکھیے۔





خرگوش کا گیت

کوئی شکاری بار بار بن میں ہمارے آئے کیوں؟
چونکیں گے ہم ہزار بار ، کوئی ہمیں ڈرائے کیوں؟
گھر نہیں ، جھونپڑی نہیں ، کٹیا نہیں ، مکاں نہیں
بیٹھے ہیں جنگلوں میں ہم ، کوئی ہمیں بھگائے کیوں؟
کان کھڑے نہ کیوں کریں ، گھاس میں کیوں نہ ہم چھپیں؟
کھٹکا ذرا بھی ہو اگر ، کوئی ٹھٹک نہ جائے کیوں؟
بن میں ہمارے جو بھی آئے ، سیر مزے سے وہ کرے
آئے ہزار بار خود ، کتوں کو ساتھ لائے کیوں؟

کہتا تھا اک شکاری یہ ، آئیں گے ہم ضرور یاں
جس کو ہو اپنی جاں عزیز ، بن میں وہ گھر بنائے کیوں؟
چڑیاں نہ چہچہائیں کل ، سوئیں گے ہم دوپہر تک
بند ہے بن کا مدرسہ ، کوئی ہمیں جگائے کیوں؟

(مولوی شفیع الدین نیّر)

مشق

۱۔ بن جنگل کو کہتے ہیں۔ کیا آپ کسی ایسے جانور کا نام بتا سکتے ہیں جس کے ساتھ ''بن'' کا لفظ لگا ہو؟
۲۔ خرگوش ذرا سی آہٹ سن کر چونکتے ہیں تو پھر یہ کیوں کہ رہے ہیں، ''کوئی ہمیں ڈرائے کیوں''؟
۳۔ راستے یا جنگل میں کوئی بیٹھا ہو تو کوئی دوسرا اسے وہاں سے نہیں اٹھا سکتا۔ کیا اپنے گھر سے بھی کوئی نکال سکتا ہے؟
۴۔ خرگوش ہر وقت کان کھڑے کرتے ہیں۔ اس حالت کو کیا کہ سکتے ہیں؟ شعر کو پڑھ کر جواب دیں۔
۵۔ خرگوش نے یہ کیوں کہا کہ سیر کرنے والے جنگل میں کتے نہ لائیں؟
۶۔ شکاری یہ کیوں کہتا ہے کہ جسے اپنی جان پیاری ہے، جنگل میں گھر نہ بنائے؟
۷۔ آخری شعر بچوں کی عام حالت کو بیان کرتا ہے۔ کیا خرگوش کو بھی بہت نیند آتی ہے؟
۸۔ اس غزل کے کس شعر پر آپ کو زیادہ ہنسی نہیں آئی؟
۹۔ کون سے شعر بچوں کی عادتوں کو بیان کرتے ہیں؟
۱۰۔ اس نظم میں جانوروں کی آوازیں بھی دی گئی ہیں جیسے ''چڑیاں نہ چہچہائیں'' میں چہچہانا۔ نیچے ایک سطر میں جانوروں کے نام اور دوسری سطر میں چند آوازیں دی گئی ہیں۔ آپ لکیر لگا لگا کر ناموں اور آوازوں کو صحیح صحیح ملایئے۔

شیر کا   چڑیا کا   کتے کا   بکری کا   بھینس کا   گدھے کا۔

ممیانا   رینکنا   غرانا   چہچہانا   ڈکرانا۔   دھاڑنا۔

۱۱۔ بعض جانوروں کے بچوں کے نام ہمیں معلوم نہیں اور بعض کے معلوم ہیں، جیسے مرغی کا بچہ چوزہ کہلاتا ہے۔ اسی طرح باقی جانوروں کے ناموں کو ان کے بچوں کے ناموں کے ساتھ ملایئے۔

گائے کا   بھیڑ کا   بکری کا   مرغی کا   بھینس کا۔

لیلا   کٹڑا   چوزہ   میمنہ   بچھڑا۔



وادیِ گورکھ

خالق کائنات نے ہماری زمین کو بے شمار مناظر سے سجایا ہے۔ ان مناظر کی سیر کرتے ہوئے بڑی فرحت اور خوشی محسوس ہوتی ہے۔ ہمارے وطن میں ایسے بے شمار مقامات ہیں جن کی سیر سے طبیعت کو بڑی مسرت ہوتی ہے۔ اس قسم کی ایک نہایت خوبصورت اور حسین تفریح گاہ ''وادیِ گورکھ'' ہے۔ یہ وادی صوبہ سندھ کے سب سے بڑے پہاڑی سلسلے ''کھیرتھر'' میں واقع ہے۔ کھیرتھر کا پہاڑی سلسلہ تقریباً ڈھائی سو کلومیٹر طویل ہے جس میں بھت، گُرو اور کھیرتھر نام کے تین بلند پہاڑ ہیں۔ ان پہاڑوں کے درمیان کئی وسیع و عریض نہایت حسین وادیاں ہیں۔ ان وادیوں کے حسن و جمال میں تین بڑی ندیوں، موہن، باران اور گاج نے مزید اضافہ کر دیا ہے یہ ندیاں سردیوں میں خشک ہو جاتی ہیں۔ ان وادیوں میں کئی قدرتی تالاب اور جھیلیں بھی ہیں۔ جن میں بارش کا پانی آ کر جمع ہو جاتا ہے۔ یہاں کے باشندے سارا سال اسی پانی پر گزارہ کرتے اور کھیتی باڑی کے کام میں لاتے ہیں۔

اس علاقے کی سب سے بلند وادی ''گورکھ'' ہے جو سطح سمندر سے تقریباً ۱۷۵۰ میٹر بلند ہے۔ یہ وادی تقریباً چار سو ایکڑ وسیع و عریض ہے۔ قدرت نے اس وادی کو کئی تالابوں سے بھی نوازا ہے۔ ان میں جمورو، چنگانی، خاشانی اور گنج مول نام کے تالاب مشہور ہیں۔ اس کے جنوب میں مینگن نام کی ایک چھوٹی ندی بھی بہتی ہے۔ اس وادی میں میروکوٹ نام کا ایک قدیم اور خستہ حال قلعہ بھی موجود ہے۔ جو صدیوں پرانی تہذیب کو ظاہر کرتا ہے۔

اس سرسبز وادی میں مختلف پھل مثلاً بادام، انجیر، انگور بھی پیدا ہوتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ یہاں طرح طرح کی بے شمار جڑی بوٹیاں اگتی ہیں۔ ان بوٹیوں کی بھینی بھینی خوشبو سے ساری وادی مہکتی رہتی ہے۔ برسات کے موسم میں اس وادی کا حسن دوبالا ہوجاتا ہے۔ ہر طرف بیلیں ہی بیلیں پھیل جاتی ہیں۔ یوں لگتا ہے ساری وادی نے گویا ہری مخملیں پوشاک پہن لی ہو۔

گورگھ وادی اور اس کے آس پاس کی وادیوں میں بلوچوں کے اسکانی، بُرفت، کلوئی اور رند قبیلے آباد ہیں۔ یہ لوگ بھولے بھالے، سیدھے سادے، خوش مزاج، بڑے مہمان نواز اور محنتی ہیں۔ یہ لوگ وادیوں میں رہنے کی وجہ سے زیادہ تر بھیڑ بکریاں پالتے ہیں۔ یہاں کی عورتیں بھی بڑی باہمت ہیں اور مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کرتی ہیں۔ گھریلو کام کاج کے علاوہ دستکاری میں ماہر ہیں۔ جانوروں کا دودھ دوہنا بلونا اور مویشی چرانا ان کے روزمرہ کے کام ہیں۔ اس کے علاوہ یہ فرصت کے اوقات میں چٹائیاں بُنتی ہیں اور بان بٹتی ہیں۔

اس خوبصورت وادی میں طرح طرح کے جنگلی جانور بھی پائے جاتے ہیں، مثلاً کالے اور بھورے تیتر، ہرن، بارہ سنگھے، پہاڑی بکرے، اور چیتل، کہیں کہیں چیتے بھی نظر آتے ہیں۔ مگر شکاریوں کی بے رحمی کی وجہ سے تلور اور بارہ سنگھے کی نسل تو ختم سی ہوتی جا رہی ہے۔

گورکھ وادی کا موسم گرمیوں میں قدرے خنک اور خوشگوار ہوتا ہے۔ سردیوں میں شدید سردی پڑتی ہے اور برف باری بھی ہوتی ہے۔ اس لیے سردیوں میں لوگ پہاڑوں کی بلندیوں سے اتر کر خشک ندیوں کے پیٹ میں آ کر پڑاؤ ڈالتے ہیں۔ بعض لوگ محنت مزدوری کے لیے زرعی زمینوں اور شہروں کا رخ کرتے ہیں۔ سردیاں ختم ہوتے ہی یہ لوگ واپس اپنے گھروں کو لوٹ آتے ہیں۔

وادی کے آس پاس کئی درّے اور ٹیلے ہیں، جہاں مختلف قبیلوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گاج ندی کے آس پاس کی وادیوں میں قدیم زمانے کے آثار ملتے ہیں۔

وادی گورکھ کے ان حسین نظاروں اور فرحت بخش فضا کی وجہ سے حکومت کی جانب سے اس وادی کو ایک تفریحی مقام بنانے کا منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ یہاں سرسبز باغات اور خوبصورت پارکوں کے علاوہ جدید طرز کے ہوٹل اور تفریحی مراکز بھی تعمیر کیے جائیں گے۔



مشق

۱۔ وادی گورکھ کس پہاڑی سلسلے میں واقع ہے؟
۲۔ وادی گورکھ کتنی وسیع و عریض ہے؟
۳۔ کون کون سے پھل اس وادی میں پیدا ہوتے ہیں؟
۴۔ موسم بہار میں وادی گورکھ کیسی لگتی ہے؟
۵۔ تلور اور بارہ سنگھے کی نسل وادی گورکھ میں کیوں ختم ہوتی جا رہی ہے؟
۶۔ وادی گورکھ کے لوگ دریا کے پیٹ میں کیوں پڑاؤ ڈالتے ہیں؟
۷۔ حکومت نے وادی گورکھ کے بارے میں کیا منصوبہ تیار کیا ہے؟
۸۔ پاکستان میں اور کون کون سے اس قسم کے تفریحی مقامات ہیں۔

۹۔ مندرجہ ذیل خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

(الف) وادی گورکھ کا موسم گرمیوں میں.................ہوتا ہے۔

(ب) کھیرتھر کا پہاڑی سلسلہ تقریباً.................طویل ہے۔

(ج) کھیرتھر پہاڑ کی سب سے بلند وادی.................ہے

(د) یہ وادی سطحِ سمندر سے تقریباً.................بلند ہے

(ہ) اس وادی میں.................نام کا تالاب بھی ہے۔

(و) وادی گورکھ تقریباً.................وسیع و عریض ہے۔

(ز) یہاں.................نام کی ندی بھی بہتی ہے۔

۵۰ے۱ میٹر
گورکھ
خاشانی
گاج
ڈھائی سو کلومیٹر
چارسو ایکڑ
خوشگوار

۱۰۔ اِن الفاظ پر اِعراب لگائیے:

مراکز، مناظر، فرحت، اضافہ، خنک

۱۱۔ جملوں میں استعمال کیجیے:

آبشار، خشک، وسیع، عریض

کیا آپ کو معلوم ہے؟

☆ وادی گورکھ کی پہاڑی ڈھلانوں میں قدرتی آبشار بھی گرتے ہیں۔

☆ گورنمنٹ کے ریکارڈ کے مطابق یہاں کا درجہ حرات زیادہ سے زیادہ ۳۷ سینٹی گریڈ ہے جو گھٹ کر صفر سے بھی کئی درجے منفی ہو جاتا ہے۔

ذرا سوچیے:

☆ درجۂ حرارت گرمی کے موسم میں اگر صفر سے بھی گھٹ کر کئی درجے منفی تک ہو تو وہاں کی فضا کیسی ہو گی؟

ایک کام کیجیے:

وادی گورکھ کے بارے میں رسالوں، اخباروں یا کتابوں سے مزید معلومات حاصل کر کے ایک چارٹ کی صورت میں کلاس میں لگائیے۔



زمین کا سونا

کردار:

باپ.......... بوڑھا کسان

عمر خان.......... بڑا بیٹا

فتح خان.......... منجھلا بیٹا

گل خان.......... چھوٹا بیٹا

پہلا منظر

زمانہ: موجودہ

مقام: ایک جھونپڑی اور اس کے قریب کھیتی باڑی کی زمین۔

وقت: دوپہر

(جھونپڑی میں بوڑھا کسان سو رہا ہے۔ اس کے تینوں بیٹے زمین کی کھدائی کر رہے ہیں، کپڑے پسینے سے شرابور ہیں۔ گرمی اور تھکاوٹ کی وجہ سے تینوں کا برا حال ہے وہ آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔)

گل خان: بھیّا، میں تھک کر چُور ہوگیا۔ دیکھو میرے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں۔

فتح خان: صبح سے کھودتے کھودتے دوپہر ہوگئی، مجھ سے تو اب کھدائی نہیں کی جاتی۔



عمر خان: میں بھی بہت تھک گیا ہوں، بھلا اس زمین میں سونا کہاں سے آیا؟

گل خان: رات تو ابا بڑے یقین سے کہہ رہے تھے اس زمین سے سونا ضرور نکلے گا۔

فتح خان: اتنی کھدائی ہم کر چکے، اب تک سونا تو سونا، لوہا بھی نہیں ملا۔ تھوڑا سونا بھی نکل آتا تو محنت کا پھل مل جاتا۔

(باتیں کرتے کرتے ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ جاتے ہیں)

عمر خان: اور کیا! یہ ساری محنت تو ضایع ہی ہوئی۔ یہاں مٹی ہی مٹی ہے، سونا کہاں؟ (اتنے میں بوڑھا کسان جھونپڑی سے نکل آتا ہے)

بوڑھا کسان: تم تو آرام سے بیٹھے ہو۔ بس زمین کی کھدائی کر چکے؟

عمر خان: بابا یہ کام میرے بس کا نہیں مجھے تو شہر جانے دو، وہیں محنت مزدوری کرلوں گا۔

گل خان: کھدائی کرتے کرتے ہاتھ ٹوٹ گئے۔ سونا تو کیا ملتا پیتل بھی نہیں ملا۔ مجھے تو ایک بیل گاڑی لے دو۔ اس پر سامان لاد کر شہر لے جایا کروں گا اور روٹی کما لایا کروں گا۔

بوڑھا کسان: گھبراؤ نہیں، میرے بچو! میں نے غلط نہیں کہا۔ اسی زمین میں سونا ہے۔ تم نے زمین کی کھدائی اچھی طرح نہیں کی۔ اب جس طرح میں بتاؤں، اس طرح کھدائی کرو۔ میں جو کہتا ہوں، وہی کرتے جاؤ۔ شاباش! میرے بیٹو! ہمت نہ ہارو، زمین کی گہری کھدائی کرو، اس سے سونا ضرور نکلے گا۔ آؤ میں بتاؤں، ایسے کھودو! (بوڑھا کسان جوش سے کدال اٹھاتا ہے اور کھدائی شروع کر دیتا ہے تینوں بیٹے اس کا ساتھ دیتے ہیں)

دوسرا منظر



(بوڑھا کسان جھونپڑی میں تینوں بیٹوں کے ساتھ باتیں کر رہا ہے)

عمر خان: بابا! زمین کھودتے کھودتے صبح سے شام ہوگئی۔ سونے کی تو ایک ڈلی بھی نہیں ملی۔

فتح خان: بابا! آپ کے کہنے پر زمین کی بہت گہری کھدائی کی، مگر مٹی ہی مٹی نکلی۔

گل خان: صبح سے شام تک کھودتے کھودتے ہاتھ ٹوٹ گئے۔ ساری زمین کھود ڈالی۔ تھوڑا بہت سونا مل جاتا تو اطمینان ہو جاتا کہ محنت ٹھکانے لگی۔

تینوں بیٹے: (ایک زبان ہوکر) اب ہم سے بے کار زمین نہیں کھودی جاتی بابا۔ ہم تو کل شہر چلے جائیں گے۔ ہر مہینے آپ کو بھی روپے بھیج دیا کریں گے۔

بوڑھا کسان: ابھی تم ناسمجھ ہو میرے بچو! دیوانوں جیسی باتیں مت کرو۔ شہر میں کیا رکھا ہے؟ اس زمین میں بہت سونا ہے۔ میرے بڑوں نے بھی نکالا ہے، میں نے بھی نکالا۔ تمھیں بھی ملے گا۔ ضرور ملے گا۔

عمر خان: کیا باتیں کرتے ہو بابا! اس زمین میں سونا کہاں؟ ہوتا تو تھوڑا بہت تو ضرور نکل آتا۔

فتح خان: بابا! بھلا مٹی سے بھی کسی کو سونا ملا ہے؟ سونا تو رہا ایک طرف، اس میں تو کنکر بھی نہیں۔ مٹی ہے مٹی، نرم اور چکنی!

گل خان: نہ بابا! ہم سے یہ کام نہیں ہوتا۔ ہم تو کل شہر جائیں گے۔

بوڑھا کسان: اپنے بوڑھے باپ کا کہا نہیں مانو گے؟ نادانو! تم جہاں جاؤں گے دکھ اٹھاؤ گے۔ اپنے گھر جیسا آرام کہیں نہیں پاؤ گے۔ میری بات کو جھوٹ نہ سمجھو۔ دل لگا کر محنت کرو، سونا اس زمین سے نکلے گا اور ضرور نکلے گا۔ تینوں بیٹے، (یک زبان ہوکر) اچھا بابا۔ آپ کے کہنے پر ہم کل اور کھدائی کر کے دیکھیں گے۔ اگر سونا مل گیا تو ٹھیک ورنہ ہم شہر چلے جائیں گے۔

بوڑھا کسان: کل تم کھدائی نہ کرنا۔ پہلے میں دیکھوں گا کہ اب تک کیسی کھدائی ہوئی ہے اور آگے کیا کرنا ہے۔ پھر جب میں کہوں تب آنا۔ میرا کہا مانو سونا مل کر رہے گا۔ بولو! وعدہ کرو کہ جس طرح میں کہوں گا اسی طرح کرو گے۔

تینوں بیٹے: اچھا بابا! جس طرح آپ کہیں گے ہم اسی طرح کریں گے۔

بوڑھا کسان: (سب کو تھپکی دیتے ہوئے) شاباش! چلو کھانا کھا کے سو رہو۔

تیسرا منظر

(وہی کھیت ہے۔ شام کے وقت بوڑھا کسان درخت کے نیچے بیٹھا ہے۔ بلند آواز سے بیٹوں کو پکارتا ہے)

بوڑھا کسان: بس آج کا کام ختم ہو گیا۔ اب آجاؤ!

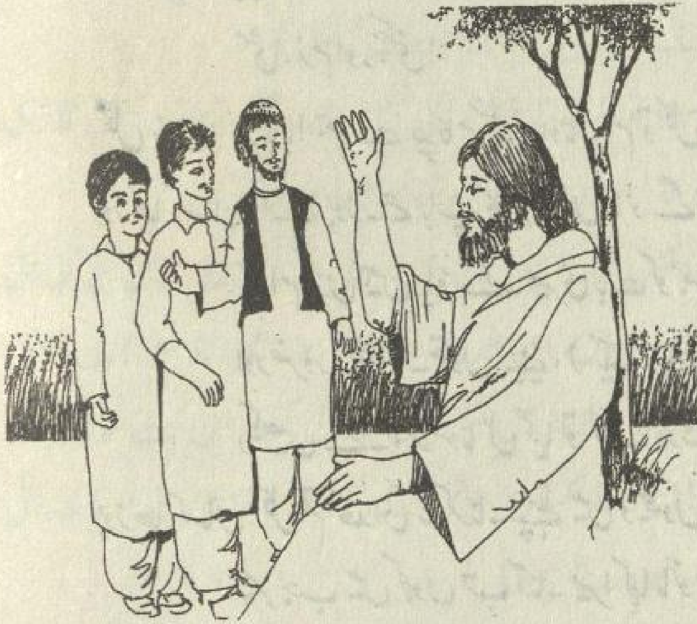
عمر خان: (مایوسی سے) سونا تو آج بھی نہیں ملا بابا!

بوڑھا کسان: جلدی نہ کرو میرے بچّو! چند روز ٹھہر جاؤ۔ سونا ضرور ملے گا۔ اب تمھیں اور کھدائی نہیں کرنی پڑے گی۔ زمین آپ ہی آپ سونا اُگل دے گی۔

تینوں بیٹے: (یک زبان ہو کر) آپ ہی اُگل دے گی!

چوتھا منظر

(چار پانچ ماہ بعد وہی کھیت ہے۔ صبح کا وقت ہے۔ کھیتی لہلہا رہی ہے۔ گندم کی سنہری بالیاں ہوا میں جھوم رہی ہیں۔ بوڑھا کسان اور اس کے تینوں بیٹے کھیت کے قریب کھڑے ہیں۔ باپ کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا ہے)



عمر خان: اب کیا کریں بابا؟

بوڑھا کسان: کرنا کیا ہے، اب سونا کاٹ لو!

فتح خان: (حیرانی سے) یہ سونا ہے بابا؟

گل خان: (معصومیت سے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے) کیا یہ سونا ہے بابا؟

بوڑھا کسان: ہاں ہاں، میرے بچو! یہ کھیتی ہی ہمارا سونا ہے۔ دیکھو تمھاری محنت کا سنہری پھل کیسے لہلہا رہا ہے۔ اسے کاٹ لو، زمین نے سونا اُگل دیا ہے۔ اسے سمیٹ لو۔

عمر خان: اب سمجھ میں آیا بابا! یہ ہے ہمارا سونا!

فتح خان: واہ بابا واہ! کیا خوب بات بتائی، واقعی کھیتی کا اناج ہی ہمارا سونا ہے۔

بوڑھا کسان: ایسے ہی گھبرا رہے تھے، اب سمجھ گئے نا تم؟ اب تو تمھیں سونا مل گیا ہے نا! یہی فصل ہمارا سونا ہے۔ بچو!، سونا تو کچھ بھی نہیں۔ محنت اور صبر کا پھل تو بہت میٹھا ہوتا ہے۔ جو بڑوں کا کہا مانتے ہیں اور صبر کے ساتھ محنت کرتے ہیں اللہ انھیں بہت کچھ دیتا ہے۔

عمر خان: واقعی سونا تو بازوؤں کی قوت ہی سے پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اچھی فصل نہ صرف کسان کے لیے خوشحالی لاتی ہے بلکہ پورے ملک کے لیے اللہ کی نعمت ہے۔

مشق

۱۔ کسان نے اپنے بیٹوں سے جو کہا تھا کیسے سچ ثابت ہوا؟

۲۔ اس ڈرامے کو کہانی کی شکل میں لکھیے۔

۳۔ مندرجہ ذیل جملوں میں خالی جگہوں پر علامت فاعل (نے) اور علامت مفعول (کو) استعمال کیجیے۔

(۱) احمد.............. خط لکھا۔

(۲) لکڑ ہارے.............. لکڑیاں کاٹیں۔

(۳) گل خان.............. فقیر.............. روٹی دی۔

(۴) ماں.............. بچی.............. شاباشی دی۔

(۵) ہم.............. انگور کھائے۔

(۶) سعید.............. سانپ.............. مار ڈالا۔

(۷) انھوں.............. مہمان.............. کھانا کھلایا۔

۴۔ مندرجہ ذیل سادہ جملوں کو منفی جملوں میں تبدیل کیجیے۔

(۱) کپڑے پسینے سے شرابور ہیں۔

(۲) اس زمین سے سونا ملے گا۔

(۳) میں نے ٹھیک کیا۔

(۴) میں نے اس زمین سے بہت سونا نکالا ہے۔

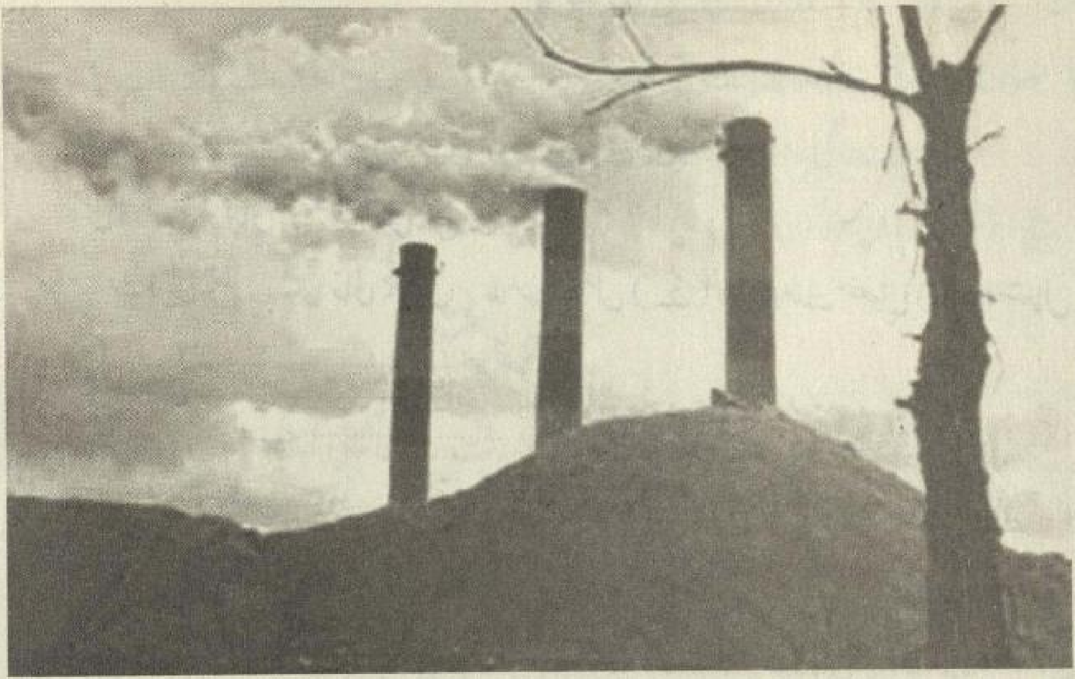
(۵) اب ہم کھدائی کریں گے۔

(۶) آج کا کام ختم ہوگیا ہے۔

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ میں سے مذکر اور مونث الگ الگ کیجیے۔

سونا۔ زمین۔ جھونپڑی۔ بیٹا۔ مٹی۔ بالی۔ کسان۔ ہل۔ کھیت

..............☆..............



ماحول کی آلودگی

جدید دور میں سائنس، زراعت اور صنعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ انسانوں کے لیے نئے مسائل کا اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ ان میں ایک مسئلہ ماحول کی آلودگی ہے۔ ماحول کیا ہے؟ ہمارا اردگرد ہمارا ماحول ہے۔ اس میں اردگرد کی تمام جاندار اور بے جان چیزیں شامل ہیں۔ ایسی تمام چیزیں انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے متاثر ہوتی ہیں۔ ان سرگرمیوں کی بدولت ماحول میں ہونے والی تبدیلیوں کو "ماحول کی آلودگی" کہتے ہیں۔ آلودگی ایک ایسا عمل ہے جو زمین، ہوا اور پانی کو گندہ اور نقصان دہ بنا دیتا ہے۔

ماحول میں بہت زیادہ تبدیلیوں کے نتیجے میں واقع ہونے والی یہ آلودگی آج دنیا کا بہت بڑا مسئلہ ہے جو کہ روز بہ روز خطرناک صورت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ اس سے انسانوں، جانداروں، سمندری مخلوق اور پودوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ آیئے ہم دیکھیں۔ کون کون سی چیزیں ہمارے ماحول کو آلودہ کر رہی ہیں اور ان سے بچاؤ کی تدابیر کیا ہیں۔

ہمارا کرہ ہوائی آلودگی کا باعث بننے والے مختلف مادّوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ مگر جب ان مادّوں کی مقدار بڑھ جاتی ہے تو پھر قدرت کا یہ نظام ان کو جذب کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس کے نتیجے میں یہ مادّے انسانوں، جانوروں، پودوں اور دیگر اشیاء کو نقصان پہنچانا شروع کر دیتے ہیں۔ کرۂ ہوائی میں اس تبدیلی کو فضائی آلودگی کہتے ہیں۔ فضائی آلودگی کا سب سے بڑا سبب کارخانوں، فیکٹریوں اور گاڑیوں سے خارج ہونے والا دھواں اور



زہریلی گیسیں ہیں۔ یہ فضا میں داخل ہو کر اسے آلودہ کر دیتی ہیں۔ پھر یہ انسانوں ہی کو نہیں بلکہ نباتات کو بھی متاثر کرتی ہیں۔ اسی طرح گرد و غبار بھی فضا کو آلودہ کرنے والا ایک اہم عنصر ہے۔ فضائی آلودگی کی وجہ سے سانس، جلد، آنکھوں، گردوں اور جگر کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

پانی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ پانی کے بغیر کوئی چیز زندہ نہیں رہ سکتی۔ پانی سمندروں، دریاؤں، نہروں، جھیلوں، ندی نالوں اور زمین کی تہوں میں موجود ہے۔ کارخانوں، فیکٹریوں اور رہائشی علاقوں کے غلیظ پانی میں زہریلے اور گندے مادّے بہت زیادہ مقدار میں ہوتے ہیں۔ یہ آلودہ پانی قریبی جوہڑوں، ندی نالوں اور دریاؤں میں بہادیا جاتا ہے۔ اس پانی سے آبی جانداروں اور خشکی کے جانوروں کے علاوہ انسان بھی مُتأثرِ ہوتے ہیں۔ زیرِ زمین پانی بھی اس گندے پانی کی وجہ سے آلودہ ہو جاتا ہے۔ آلودہ پانی سے ہیضہ، پولیو، ٹائیفائیڈ، یرقان، اسہال اور دوسری کئی ایک قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

صنعتی علاقوں کے زہریلے مادّے، رہائشی علاقوں کا کوڑا کرکٹ اور گندہ پانی زمینی آلودگی کا سبب بنتے ہیں۔ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر علاقے کی خوبصورتی کو بھی برباد کر دیتے ہیں۔ کھاد اور زرعی ادویات کے استعمال سے بھی زمین آلودہ ہورہی ہے۔ جانوروں کا فضلہ بھی آلودگی کا باعث بنتا ہے۔ یہ سب چیزیں ماحول کو خراب کر کے بیماریاں پھیلاتی ہیں۔



ناپسندیدہ، بلند اور بے ہنگم آوازوں کو شور کہتے ہیں۔ شور کی آلودگی سے مراد تکلیف دہ آوازوں کا فضا میں شامل ہونا ہے۔ فیکٹریاں، کارخانے، مشینیں، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور گاڑیاں شور کی آلودگی کا سبب ہیں۔ شور آس پاس کے لوگوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے بے شمار منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ قوت سماعت مُتأثرِ ہوتی ہے، بلڈ پریشر

میں اضافہ ہوتا ہے جس سے دل کی بیماریاں لگ جاتی ہیں اور لوگوں کی طبیعت میں چڑ چڑا پن پیدا ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ہماری آبادی میں بے تحاشا اضافے سے قدرتی وسائل پر بوجھ پڑ رہا ہے اور آلودگی بڑھ رہی ہے۔

یہ ساری آلودگیاں انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے ماحول کو صاف ستھرا رکھیں۔ گلیوں اور محلوں میں گندگی کے ڈھیر نہ لگنے دیں۔ پانی کی نکاسی کے نظام کو بہتر بنائیں تا کہ تَعَفُّن پیدا نہ ہو، کوڑا کرکٹ مخصوص مقامات پر پھینکیں، حکومت کی طرف سے دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں پر پابندی لگائی جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے۔ صنعتی اداروں کو آبادیوں سے الگ تھلگ بنایا جائے۔ ان سے خارج ہونے والے پانی کو مناسب طریقے سے ٹھکانے لگایا جائے۔ بے تحاشا بڑھتی ہوئی آبادی پر قابو پایا جائے۔ عوام میں ماحولیاتی آلودگی کے نقصانات کا شعور بیدار کیا جائے۔ تعلیمی اداروں میں یہ چیز پڑھائی جائے اور ملک بھر میں شجر کاری کا اہتمام کیا جائے کیونکہ درخت فضائی آلودگی کو بھی ختم کرتے ہیں اور ماحول کو صاف ستھرا رکھتے ہیں۔

ہم سب مسلمان ہیں اور صفائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نصف ایمان ہے۔ لہٰذا ہمیں ہر جگہ صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اگر ہم اپنے ماحول کو صاف رکھیں گے تو بیماریوں سے محفوظ رہیں گے۔ یہ ایک بڑی نیکی اور عظیم خدمت بھی ہے۔



مشق

۱۔ آج دنیا کا اہم ترین مسئلہ کیا ہے؟

۲۔ پانی کی آلودگی سے کون کون سی بیماریاں پھیلتی ہیں؟

۳۔ فضائی آلودگی سے انسانی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے؟

۴۔ سبق کا متن مدنظر رکھ کر درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

(i) آج دنیا کا بہت بڑا مسئلہ کیا ہے؟

(الف) ذرائع نقل وحمل کی کمی　(ب) آلودگی

(ج) ضروریات زندگی کی فراہمی　(د) بے روزگاری

(ii) فضائی آلودگی کا سب سے بڑا سبب کیا ہے؟

(الف) زہریلی گیسیں　(ب) گندہ پانی

(ج) زیرزمین نقصان دہ مادے　(د) گاڑیوں کا شور

۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے۔

انسانی۔ نقصان۔ خشکی۔ شور۔ صفائی

۷۔ مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

مسائل۔ نت نئے۔ نقصان دہ۔ روز بہ روز۔ گرد و غبار

۸۔ جملے مکمل کریں۔

(الف) ہمارا ارد گرد ہمارا......................ہے۔

(ب) گرد و غبار بھی فضا کو......................کرنے والا ایک اہم عنصر ہے۔

(ج) پانی......................کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

(د) گردوں، جلد، آنکھوں اور جگر کی بیماریاں......................سے پیدا ہوتی ہیں۔

(ہ) بے ہنگم آوازوں کو......................کہتے ہیں۔

۹۔ ماحول کی آلودگی کے بارے میں دو تین پیرا لکھیے۔



بہادُر کِسان

سویرے اَندھیرے اندھیرے اُٹھا لیے بیل کھیتوں کی جانب چلا
ہے سارا زمانہ ابھی سورہا مگر اس کا یہ وقت ہے کام کا
اسے ہر گھڑی کام ہی کا ہے دھیان
بڑا محنتی ہے بہادُر کسان

کبھی بیل کا دِل بڑھاتا ہوا کبھی موڑتا اور ہنکاتا ہوا
کبھی ہل کی ہتھی دباتا ہوا یہ چلتا ہے جب ہل چلاتا ہوا
کوئی دیکھے تو اس گھڑی اس کی شان
بڑا محنتی ہے بہادُر کسان

کڑی دھوپ چاروں طرف چھاگئی ہوا جس کی گرمی سے تھرّا گئی
یہ بیلوں کی جوڑی جو گھبرا گئی تو اس کی جگہ دوسری آگئی
اکیلا کھڑا ہے مگر سخت جان
بڑا محنتی ہے بہادُر کسان

ہے دنیا کی جنّت فَقَط اس کے پاس یہ محنت سے کرتا ہے سب کام راس
یہ ترکاریاں ، یہ اناج اور کپاس پھلوں کا مزہ اور پھولوں کی باس
اسی سے تو لیتا ہے سارا جہان
بڑا محنتی ہے بہادُر کسان

(حفیظ جالندھری)

مشق

۱۔ کسان کس وقت کھیتوں میں کام پر جاتا ہے؟

۲۔ دھوپ میں کسان کس طرح کام کرتا ہے؟

۳۔ کسان کون کون سی چیزیں اُگاتا ہے؟

۴۔ محنت سے کیا کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں؟

ہل۔ کھیت۔ بیل۔ اناج۔ ترکاری۔ ان لفظوں کا تعلق کسان کی زندگی اور کام سے ہے:

۵۔ اسی طرح کے پانچ الفاظ اور لکھیے جو کسان کے کام سے تعلق رکھتے ہوں۔

۶۔ اس نظم کے آخری بند کی تشریح کیجیے:

اس نظم میں لفظ راس، پاس قافیے کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

۷۔ آپ اس طرح کے مزید پانچ لفظ لکھیے:

۸۔ مناسب لفظوں سے خالی جگہیں بھریے:

کبھی ہل کی............دباتا ہوا، ہوا جس کی گرمی سے............گئی

مگر اس کا یہ وقت ہے............کا، ہے دنیا کی............فقط اس کے پاس

بڑا محنتی ہے............ کسان، اسے ہر گھڑی .... ہی کا ہے دھیان

........................

لندن سے ایک خط



ساؤتھ لندن

لندن۔ برطانیہ (یو۔ کے)

۵ رمئی ۲۰۰۴ء

میرے اچھے دوست ماجد!

السلام علیکم!

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے اور میرے اس خط کے ملنے پر بے حد مسرور بھی، جس کا آپ بے چینی سے انتظار کررہے تھے۔ آپ کی خوشی میں اس وقت اور بھی اضافہ ہوجائے گا جب آپ یہ خط پڑھ لیں گے۔

میں ابھی ابھی لارڈز کے کھیل کے میدان سے آیا ہوں۔ اس میں پاکستان کی کرکٹ ٹیم نے ڈبل وکٹ کا میچ جس سخت مقابلے کے ساتھ انگلستان کی سرزمین پر جیتا ہے، اب اس کے بارے میں سوچ سوچ کر مجھے بے پناہ مسرت حاصل ہورہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو بھی خوشی کے ان جذبات میں شریک کرلوں۔ ہم پاکستانیوں کے سر اُس وقت فخر سے بلند ہوجاتے ہیں جب دِفاع میں فوج کی طرح کھیل کے میدان میں بھی ہماری ٹیم فاتحانہ شان سے اترتی اور کھیل جیت کر نکلتی ہے۔ آپ میری حب الوطنی کے اس جذبے کی تو قدر کرتے ہوں گے جس کے تحت میں یہاں غیر ملک میں پاکستانی پرچم سر بلند دیکھنے کا خواہاں ہوں۔

دراصل اپنے وطن سے محبت کا جذبہ اس وقت شدت اختیار کرلیتا ہے جب ہم ایک پرائے دیس میں مقامیوں کے سامنے غیر ملکی نظر آتے ہیں۔ وہ ہمیں کچھ ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں جن میں اجنبیت اور حقارت شامل ہوتی ہے، البتہ ہمارے سراس وقت فخر سے بلند ہوجاتے ہیں جب پرائے دیس میں ہماری ٹیم اپنی جیت کے نقارے بجاتی ہے اور پاکستانی پرچم بلند کرتی ہے۔ یقین کرو! آج جب میں کھیل کے میدان سے نکل رہا تھا تو باہر برطانیہ اور پاکستان کے پرچم لہرارہے تھے۔ میں نے اپنے قومی پرچم کے سامنے تن کر سلیوٹ کیا اور پھر آگے بڑھا۔

میں کئی روز سے مشتاق تھا کہ مئی میں جب پاکستانی ٹیم یہاں آئے تو میں اس کا کھیل دیکھوں۔ لیکن تشویش ہورہی تھی کہ شاید ٹکٹ نہ مل سکے۔ وہ تو اچھا ہوا چند ٹکٹ ہمارے اسکول میں بھی بکنے کے لیے آگئے اور میں نے وہ ٹکٹ خریدلیا۔ کچھ نہ پوچھو کہ میری خوشی کا کیا ٹھکانا تھا! خدا خدا کرکے آج کا دن آیا۔ میں تو صبح نو بجے سے بھی پہلے گراؤنڈ میں



پہنچ گیا۔ دیکھا تو لوگ مجھ سے بہت پہلے کے آچکے تھے۔ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ رنگ برنگے لباس پہنے ہوئے لوگ اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان، ٹوکریاں، جھنڈے اور پلے کارڈ لائے ہوئے تھے۔ میں بھی جوں توں کر کے داخل ہوگیا۔ کیوں کہ اکیلے شخص کا وہاں داخل ہونا آسانی سے ممکن نہیں ہوتا۔ مگر جب کوئی خاندان داخل ہوتا تو انتظامیہ کے لوگ راستہ بنا دیتے تھے۔ ایک خاندان میں ماں باپ کے ساتھ ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھے۔ میں ان کے بیٹے کے ساتھ باتیں کرتا ہوا چلنے لگا اور اس طرح آسانی سے لارڈز کے میدان میں جا پہنچا۔

کرکٹ کا میچ ٹھیک اپنے وقت پر شروع ہوا۔ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ وقت مجھ سے کاٹے نہ کٹتا تھا۔ میں شدت سے کھیل شروع ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ دونوں ٹیمیں کھیل کے میدان میں داخل ہوئیں۔ مجھے تو اپنی ٹیم کو دیکھنے کا شوق تھا۔ وہ ان دنوں انگلستان کے دورے پر میچوں کا ایک سلسلہ کھیل رہی تھی۔ یہ تو تمھیں معلوم ہے کہ ڈبل وکٹ کرکٹ ایک نئی قسم کا کھیل ہے۔ اس میں صرف دو کھلاڑی کھیلتے ہیں اور آؤٹ ہونے کے باوجود کھیل جاری رکھتے ہیں۔ ہر آؤٹ پر دس رنز یا دوڑیں اسکور میں سے منہا کر دی جاتی ہیں۔ اس طرح حاصل کردہ رنز کم ہو جاتے ہیں۔ آخر میں دیکھا جاتا ہے کہ سارا حساب کیا بنا؟

پاکستان کی ٹیم میں یوں تو سارے کھلاڑی تھے مگر وہ دونوں کھلاڑی جنھیں آج کھیلنا تھا انور خان اور آصف محمود تھے۔ تمھیں تو معلوم ہے کہ انور خان کا کھیل مجھے کتنا اچھا لگتا ہے۔ وہ کھیلتا بھی بہت عمدہ طریقے سے ہے۔ چوکے اور چھکے مارنا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ویسے وہ کھیلتا بھی بائیں ہاتھ ہی سے ہے۔

ہمارے دونوں کھلاڑیوں نے پاکستانی پرچم کو سلامی دی۔ اس وقت تماشائیوں میں موجود پاکستانیوں نے بلند آواز سے ''پاکستان زندہ باد'' کے نعرے لگانے شروع کیے۔

دونوں ٹیموں نے ٹاس کے ذریعے فیصلہ کیا کہ پہلے کون کھیلے۔ پہلی باری پاکستان کی ٹیم کو ملی مگر پاکستانی ٹیم نے وکٹ کی صورت حال اور موسم کو دیکھتے ہوئے پہلے انگلستان کو کھیلنے کی دعوت دی۔ یہ ایک عمدہ فیصلہ تھا۔ گیری ڈیوڈ اور پیٹرسن ان کے اوپنرز کھلاڑی تھے۔

کھیل شروع ہوا۔ ابتدا میں گیری ڈیوڈ نے بہت تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا۔ دو بار اس کی گیند کیچ ہوئی اور ایک بار وہ ایل بی ڈبلیو ہوا۔ اس نے کل ساٹھ رنز بنائے۔ جس میں تین چھکے اور سات چوکے بھی شامل تھے۔ تیس رنز منہا کر کے اس کے تیس رنز باقی رہے۔ پیٹرسن نے اس کا بھر پور ساتھ دیا۔ اس نے بیالیس رنز بنائے۔ وہ البتہ صرف دو بار آؤٹ ہوا۔ ایک بار اس کی گیند چھکا مارتے ہوئے کیچ ہوگئی اور ایک بار وہ اسٹمپ ہوا۔ وہ بے چارہ گیند کو تیز کھیلنے کی کوشش میں کریز سے آگے نکل گیا۔ وکٹ کیپر نے گیند ملتے ہی اسے آؤٹ کر دیا۔ اس کے بیس رنز منہا کر کے باقی بائیس رنز بچے۔ اس طرح انگلستان کی ٹیم پانچ وکٹوں کے نقصان پر ایک سو دو رنز کے بجائے باون رنز حاصل کر کے آؤٹ ہوگئی۔ انور خان اور آصف محمود نے تین تین اوور کرائے۔ تین وکٹیں انور خان نے حاصل کیں اور دو وکٹیں آصف محمود نے حاصل کیں۔

چائے کے وقفے کے بعد پاکستانی ٹیم نے کھیلنا شروع کیا میں تمھیں کیا بتاؤں! ہماری ٹیم نے پہلی ہی گیند پر جس تیز رفتاری اور جارحیت کا مظاہرہ کیا تھا، وہ آخر تک جاری رہا۔ پاکستانیوں کا جوش دیکھنے کے قابل تھا۔ ان کی طرف سے بار بار پاکستان زندہ باد کے نعرے بلند ہوتے تھے۔ اگر چہ انور خان اپنے روایتی کھیل کے باعث اکثر آؤٹ ہوتے رہے، پھر بھی انھوں نے چھ وکٹوں کے نقصان پر ایک سو دو رنز بنائے جو ساٹھ منہا کرنے کے بعد بیالیس رہ گئے۔ میرے اس پسندیدہ کھلاڑی نے چار چھکے اور آٹھ چوکے بھی مارے۔ ان کی برق رفتاری دیکھنے کے قابل تھی۔ گیند کو اتنا اونچا پھینکتے تھے کہ وہ آسمان میں تارا سی دکھائی دیتی ہے۔ ایک بار تو گیند کہیں گم ہی ہوگئی۔ اسے چھکا تسلیم کرلیا گیا اور کھیل کو نئی گیند سے جاری رکھا گیا۔ آصف محمود نے ان کا ساتھ دینے کی پوری کوشش کی لیکن انھوں نے صرف ۶۰ رنز بنائے۔ وہ صرف ایک ہی دفعہ گیند کیچ ہونے پر آؤٹ ہوئے۔ اس طرح اُن کے ۵۰ رنز باقی بچے۔

پاکستان ۴۰ رنز سے جیت گیا۔ اس وقت پاکستانی تماشائی جوشِ جذبات میں اتنے بھرے ہوئے تھے کہ وہ ناچتے کودتے گراؤنڈ میں پہنچ گئے۔ انھوں نے وکٹیں اٹھالیں اور اس کے ساتھ اپنے دونوں کھلاڑیوں کو بھی اٹھا کر کندھوں پر بٹھالیا۔ اسٹیڈیم پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔ اس روز ''مین آف دی میچ'' کا اعزاز انور کو دیا گیا۔ پاکستانی ٹیم نے انگلستان کی ٹیم کو ان کی سرزمین پر ہرایا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا معرکہ ہے۔ میرا خط بہت طویل ہوگیا ہے۔ اب اس پر فیکس کا خرچ بھی بہت آئے گا۔ لیکن میں اپنے جذبات کو تمھارے ساتھ شریک کرنا

چاہتا ہوں جس کے لیے اتنے خرچ کو برداشت کیا جاسکتا ہے۔ تمھیں پاکستانی ٹیم کی جیت مبارک ہو!

انکل کو بھی میرا سلام پیش کریں اور پاکستانی ٹیم کی جیت پر انھیں بھی مبارک باد دیں۔ کیا انھوں نے یہ کھیل ٹی وی پر دیکھا ہے؟ باقی افراد کو بھی میرا سلام پہنچادیں؟ ننھی بہن عروسہ کو پیار! فقط والسلام

تمھارا دوست

عثمان خان

....  ....

مشق

۱۔ لندن سے یہ خط عثمان خان نے بھیجا تھا یا ماجد خان نے؟

۲۔ یہ خط کس ذریعے سے بھیجا گیا تھا؟

۳۔ ڈبل وکٹ کرکٹ میچ کسے کہتے ہیں؟

۴۔ یہ میچ کن ٹیموں کے درمیان کھیلا گیا؟

۵۔ عثمان خان کے کیا جذبات تھے؟

۶۔ انگلستان کی ٹیم کے کھلاڑیوں کے نام کیا تھے؟

۷۔ پاکستانی کھلاڑی کون کون تھے؟

۸۔ انگلستان کی ٹیم کے کل رنز کتنے تھے؟

۹۔ ان کے باقی رنز کتنے تھے؟

۱۰۔ پاکستانی ٹیم کے کل اور باقی رنز کتنے تھے؟

۱۱۔ پہلے خانوں میں جو الفاظ دیے گئے ہیں ان کے معنی دوسرے خانوں میں درج ہیں۔ دیکھیے کہ کیا وہ درست طور پر درج ہیں؟ اگر درست نہیں تو درست کیا ہے؟ تیسرے خانے میں لکھیں:

۱	حب الوطنی	حقارت	مسرور	مشتاق	مسرت	حیل و حجت	خواہاں
۲	نفرت	خوش	خواہشمند	بہانہ	وطن کی محبت	آرزو مند	خوشی
۳							

۱۲۔ نیچے کچھ جملے دیے گئے ہیں جو سوال کی شکل میں ہیں۔ ان میں سے ''کیا'' کا لفظ نکال کر ہم کون سا لفظ شامل کردیں تو جملے سوالیہ نہیں رہیں گے بلکہ جواب بن جائیں گے۔ ایسا تو نہیں کہ اکثر جملوں میں کوئی لفظ شامل ہی نہیں کرنا پڑتا۔ ذرا دیکھیں!

(الف) میری خوشی کا کیا ٹھکانا تھا؟..

(ب) میں تمھیں کیا بتاؤں؟..

(ج) کیا انھوں نے یہ کھیل دیکھا ہے؟..

(د) کیا میں نے قومی پرچم کو سلیوٹ کیا؟..

(ہ) کیا دونوں ٹیمیں میدان میں داخل ہوئیں؟..

(و) کیا اسے چھکا تسلیم کرلیا گیا؟..

۱۳۔ اب ان سادہ جملوں میں جو 'کیا' کا لفظ ہٹانے سے آپ نے لکھے ہیں، ''نہیں'' کا لفظ اس طرح شامل کریں کہ یہ انکاریہ یا منفی جملے بن جائیں۔



ارشادات واقوال

☆ لوگوں سے اچھی بات کہو۔ (قرآن مجید)

☆ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ (حدیث شریف)

☆ صفائی اور پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ (حدیث شریف)

☆ ہمیشہ سچ بولو اور جھوٹ سے بچو۔ (حدیث شریف)

☆ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ (حدیث شریف)

☆ لوگوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (حدیث شریف)

☆ بہترین کسب اپنے ہاتھ سے کام کرنا ہے۔ (حدیث شریف)

☆ ہر ایک شے کا ایک راستہ ہے، جنت کا راستہ علم ہے۔ (حدیث شریف)

☆ اولاد کے لیے ماں باپ کا سب سے اچھا تحفہ ان کی بہتر تعلیم و تربیت ہے۔ (حدیث شریف)

☆ جس نے اپنی دو/تین بیٹیوں کو بہترین تربیت دی وہ میرے ساتھ جنت میں اسی طرح ہوگا (ہاتھ کی دونوں انگلیوں کو ملا کر دکھائیں) (حدیث شریف)

☆ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ (حدیث شریف)

☆ بُرے لوگوں کی ہم نشینی سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے نیک لوگوں کی صحبت۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

☆ خاموشی غصے کا بہترین علاج ہے۔ (حضرت عثمان غنیؓ)

☆ علم مال سے بہتر ہے کیوں کہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ (حضرت علیؓ)

☆ آج کا کام کل پر مت چھوڑو۔ (شیخ سعدیؒ)

☆ جو اچھی بات سنو لکھ لو، جو لکھو اسے یاد کر لو، جو یاد کر لو، اسے بیان کرو، جو بیان کرو، اسے کر کے دکھاؤ۔ (یحییٰ برمکی)





کسٹم آفیسر

''جناب! آپ کو اس بیگ کی تلاشی دینا ہوگی''۔

''میرے بیگ میں کچھ نہیں اور میں اس وقت گرین چینل سے گزر رہا ہوں''۔

''ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی قابل اعتراض چیز نہ ہو مگر آپ مجھے اس کی تلاشی لینے دیں''۔

یہ باتیں ایک کسٹم افسر اور ایک مسافر کے درمیان ہو رہی تھیں۔ قائد اعظم انٹرنیشنل ایئر پورٹ کراچی میں پاکستان کا سب سے بڑا اور مصروف ترین ہوائی اڈا ہے۔ یہاں دن میں بیسیوں ہوائی کمپنیوں کے جہاز دنیا بھر سے آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ اندرون ملک پروازیں بھی ہوتی ہیں۔ سیکڑوں مسافر اترتے اور چڑھتے ہیں۔

وہ کسٹم افسر اسی ہوائی اڈے پر آنے جانے والے مسافروں کو چیک کرنے پر مامور تھا۔ اس کا نام اسد تھا۔ اس کا فرض تھا کہ کسی مسافر کو نہ تو کوئی غیر قانونی چیز ملک سے باہر لے جانے دے اور نہ ملک میں لانے دے۔ بعض اشیاء پر جو محصول مقرر ہے، وہ مسافروں سے ادا کرالے۔

حکومت نے مسافروں کو بھی سہولت دے رکھی ہے۔ ایک راستہ ایسا بھی بنا دیا ہے جس میں سے ایسے مسافر گزر جاتے ہیں جن کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی جس پر محصول لگنا ہو۔ اس طرح وقت کی بچت ہو جاتی ہے۔ اس راستے کا نام ''گرین چینل'' رکھا گیا ہے، تاہم کسٹم کا عملہ اس راستے پر بھی نظر رکھتا ہے کہ کوئی شخص غیر قانونی حرکت نہ کرے۔

اُس وقت اِسی گرین چینل پر کسٹم افسر اسد اُس مسافر کے بیگ کو شک کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مسافر خاصا امیر آدمی لگ رہا تھا۔ مگر اس کے پاس جو بیگ تھا ویسا بہت سے دوسرے مسافروں کے پاس بھی تھا۔ اسد کو شک ہو رہا تھا کہ اس بیگ میں کوئی نہ کوئی ایسی چیز چھپائی گئی ہے جو غیر قانونی طور پر اس ملک میں لائی جا رہی ہے۔ کسٹم کے

عملے کو اس بات کی تربیت دی جاتی ہیکہ وہ دور ہی سے تاڑ لیتے ہیں کہ کون سا مسافر ایسی غلط حرکت کر رہا ہے۔ اب وہ مسافر ضد کر رہا تھا کہ وہ اسے اپنا بیگ نہیں دکھائے گا۔

"دیکھو! مجھے جانے دو"۔ مسافر نے تنگ آ کر کسی قدر غُصیلے لہجے میں کہا۔

"میں بیگ کی تلاشی لیے بغیر آپ کو جانے نہیں دے سکتا۔ یہ میری ڈیوٹی ہے جناب"۔ اسد نے جواب دیا۔

"تم مجھے بے جا تنگ کر رہے ہو! تمھیں اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا"۔ مسافر کا لہجہ کسی قدر اونچا ہو گیا۔

دوسرے مسافر پلٹ پلٹ کر ادھر دیکھنے لگے۔ اس وقت ایک پرواز دبئی سے کراچی آئی تھی۔ جس کے مسافروں میں زیادہ تر ملازمت پیشہ اور کاروباری لوگ تھے۔ بعض کے ساتھ ان کے بچے بھی تھے۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ اکثر لوگوں کے پاس بہت سا سامان تھا۔ شاید تحفے تحائف تھے جو وطن واپس آتے وقت وہ اپنے عزیزوں، رشتے داروں اور دوستوں کے لیے لائے تھے۔ ایک نوجوان کے پاس ایک بڑی سی گڑیا، ایک کیمرہ اور ٹیپ ریکارڈر تھا۔ شاید وہ اپنے چھوٹے بچوں کے لیے یہ تحفے لایا تھا۔

اکثر مسافر سامان چیک کرانے اور مطلوبہ محصول ادا کرنے کے لیے قطار میں کھڑے تھے۔ اِکاّ دُکاّ مسافر گرین چینل سے گزر رہے تھے۔ اسد کے لیے ان پر نظر رکھنا بہت آسان تھا۔ اب مسافر اسے دھمکیاں دے رہا تھا۔ اسد مسافر سے کہ رہا تھا' "جناب! میرا اور اپنا وقت ضایع نہ کیجیے، بیگ کھولیں"۔

مسافر نے آہستہ سے بیگ فرش پر اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان رکھ دیا۔ پتلون کی پچھلی جیب میں ہاتھ ڈالا اور چندلمحوں میں اس کے ہاتھ میں نوٹوں سے بھرا ہوا ایک پرس تھا۔ اس میں سے ڈالر، پاؤنڈ اور پاکستانی روپے کے نوٹ جھلک رہے تھے۔

اپنا پرس اسد کی طرف کر کے وہ موبائل فون پر کسی کے ساتھ آہستہ آہستہ گفتگو کر رہا تھا۔ پرس جھکانے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ رقم کی پیشکش کر رہا ہو،مگر اپنے منہ سے کچھ نہیں کہ رہا تھا۔ "یہ آپ کیا کر رہے ہیں"؟ اسد نے کہا اور ہاتھ کے اشارے سے دو سپاہیوں کو بلایا۔ سپاہی تیزی کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ "اِن سے بیگ لے لیں اور ان کی ذاتی تلاشی بھی لیں"۔ اسد نے کہا۔

"دیکھیں! دیکھیں!!" مسافر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "یہ حرکت آپ کو بہت مہنگی پڑے گی۔ بات اب بھی ہو سکتی ہے"۔

"کیسی بات؟" اسد بولا۔ "آپ کا بیگ اب ہم خود کھولیں گے"۔

چیف سیکورٹی افسر کے سامنے بیگ کھلا پڑا تھا۔ اس میں مختلف کاغذات تھے جن کے نیچے ایک پوٹلی رکھی تھی۔ سپاہیوں نے اسے بھی کھول دیا تھا۔ نیلگوں' فیروزی اور سرخ رنگ کے بہت سے جواہرات ان کے سامنے بکھرے ہوئے تھے۔ کسٹم افسر اسد کا شک درست نکلا' مسافر خاموش کھڑا تھا۔

''یہ سب کیا ہے؟'' چیف کی آواز گونجی۔

''اب آپ نے بیگ کھول ہی لیا ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں؟'' مسافر نے کہا، ''میں یہ سامان اس ملک میں اسمگل تو نہیں کر رہا تھا۔ میں نے تو ان صاحب سے کہا تھا کہ میرے پاس کچھ چیزیں ہیں، میں ان پر محصول دینا چاہتا ہوں۔ لیکن یہ مجھ سے سو ڈالر طلب کر رہے تھے اور مجھے گرین چینل سے باہر جانے کا مشورہ دے رہے تھے''۔

''کیا آپ نے ان سے رشوت مانگی تھی؟'' چیف نے اسد کی طرف گھورتے ہوئے کہا۔

''سر! میں نے تو بیگ کی تلاشی کے لیے کہا تھا۔ رشوت تو یہ مجھے پیش کر رہے تھے''۔ اسد نے جواب دیا۔

''کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے آپ کو رشوت پیش کی تھی؟'' مسافر نے اسد سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''آپ نے جیب سے نوٹوں بھرا پرس نکال کر میری طرف کیا تھا''۔ اسد نے جواب دیا۔

''وہ تو میں نے پرس اس لیے نکالا تھا کہ اس میں میرے دوست کا فون نمبر لکھا ہوا موجود تھا۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ میں نے اپنے دوست کو فون کیا تھا۔ میں نے کوئی رقم آپ کو پیش نہیں کی تھی''۔ مسافر نے کڑک کر کہا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی، چیف نے فون اٹھایا۔ معلوم نہیں دوسری طرف کون تھا۔ ''جی سر! چیف کہہ رہا تھا۔ ''آپ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے سر''۔ اس نے ریسیور واپس رکھ دیا۔

''تو آپ نے ان صاحب سے رشوت طلب کی تھی؟'' چیف نے اسد کی طرف لال پیلی آنکھیں نکال کر دیکھا اور پھر سپاہیوں کو اشارہ کرتے ہوئے کہا، ''اسے لے جاؤ!''

''جی!!!'' اسد حیرت سے بولا، ''میں نے کیا کیا ہے؟''

''اس بات کا فیصلہ عدالت کرے گی کہ آپ نے کیا کیا ہے؟ فی الوقت میں آپ کو رشوت مانگنے کے الزام میں گرفتار کرتا ہوں''۔ چیف نے جواب دیا۔

دونوں سپاہیوں نے سلیوٹ مارا اور اسد کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر باہر لے گئے۔

''سر! آپ تشریف لے جائیں۔ ان جواہرات کا محصول دو سو روپے کاؤنٹر پر ادا کر دیں۔ میں اس تکلیف پر آپ سے معذرت خواہ ہوں''۔ چیف نے مسافر سے التجا کرتے ہوئے کہا، ''آپ کا ایڈریس ہمارے پاس ہے؟ گواہی کے لیے آپ کو زحمت دیں گے۔ شکریہ''۔

مسافر لمبے لمبے قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا اور ایک ایماندار کسٹم افسر حوالات پہنچ گیا۔

ہوائی اڈے پر سیکورٹی کا عملہ بے حد چوکس ہوتا ہے۔ عام طور پر ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی افسر کسی کے ٹیلی فون پر کسی مسافر کو چھوڑ دے لیکن دوسری طرف نجانے کون بول رہا تھا کہ چیف نے کسٹم افسر کو گرفتار کرا دیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اخراج کے گیٹ پر متعین ایک سپاہی بھاگا بھاگا وہاں پہنچا۔ وہ اس مسافر کو تقریباً گھسیٹتا ہوا لا رہا تھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' چیف نے کڑکتے ہوئے کہا۔ ''یہ کیا بدتمیزی ہے؟ میں نے تو انھیں جانے کی اجازت دے دی تھی''۔

''سر! ان صاحب کی جیب سے یہ نکلا ہے''۔ سپاہی نے مٹھی میں پکڑا ہوا ایک بے حد نفیس سگریٹ کیس نکال کر میز پر رکھ دیا۔ اس کے پیچھے دو تین اور کسٹم افسر بھی اندر داخل ہو چکے تھے۔

''اس میں کیا ہے؟'' چیف نے پوچھا۔

''سر! دیکھیے !!'' سپاہی نے کیس کھول کر سامنے کر دیا۔ وہاں دو ہیرے جگمگا رہے تھے۔ جن کی مالیت لاکھوں روپے تھی۔ سپاہی نے فخر کے ساتھ چیف کی طرف دیکھا۔ ''سر! یہ ان کا محصول ادا کیے بغیر لے جا رہے تھے۔ میں بہت دیر سے اس جھگڑے کو دیکھ رہا تھا اور میری نظر اس پر تھی''۔

''کیوں صاحب! آپ تو کہتے تھے کہ کسٹم افسر نے رشوت طلب کی تھی۔ اب آپ یہ کیا کر رہے تھے''؟

''مم ام!! میں...'' مسافر نے ہکلاتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ مگر چیف نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''مم مم کیا۔ اب بات واضح ہو گئی ہے۔ آپ واقعی ایک غیر قانونی کام کر رہے تھے۔ میں آپ کو گرفتار کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ جاؤ! اس کسٹم افسر کو...... کیا نام تھا اس کا؟... اسد... ہاں! اسد کو یہاں لے آؤ''۔ چیف نے سپاہیوں کو حکم دیا۔

سپاہیوں نے مسافر کو گرفتار کر کے ہتھکڑیاں پہنا دیں۔ تھوڑی دیر میں اسد چیف کے سامنے کھڑا تھا۔

''مجھے معاف کر دینا اسد! آپ ایک ایماندار اور دیانتدار افسر ہیں۔ اصل مجرم پکڑا جا چکا ہے۔ آپ نے تو اپنا فرض پوری دیانت سے انجام دیا تھا۔ مگر صورتِ حال ہی کچھ ایسی ہو گئی تھی کہ تھوڑی دیر کے لیے میری بھی آنکھوں پر پٹی بندھ گئی۔ میں اصل حقیقت کو پہچان نہیں سکا تھا۔ اللّٰہ نے آپ کی اور میری دونوں کی مدد کی۔ آپ کی ایمانداری کے سبب آپ کو زیادہ دیر تکلیف نہ اٹھانا پڑی اور مجھے اللّٰہ نے کھرے کھوٹے کی پہچان کرا دی''۔

چیف اسد کا کندھا تھپتھپا رہا تھا۔

''دراصل اپنے ایک بڑے افسر اس مسافر کے دوست ہیں۔ اس نے انھیں فون پر نہ جانے کیا کہانی سنائی کہ مجھے انھوں نے اسے چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ اگر اخراج گیٹ کا سپاہی اس کی جیب کو نہ دیکھ لیتا تو...''

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہ سکا۔ اسد نے اپنا رومال نکال کر اس کے بہتے ہوئے آنسوؤں پر رکھ دیا اور آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔



مشق

۱۔ گرین چینل کس کام آتا ہے؟

۲۔ کسٹم کا عملہ کیا کرتا ہے؟

۳۔ کسٹم افسر نے مسافر سے کیا کہا؟ مسافر نے کیا جواب دیا؟

۴۔ مسافر نے جیب سے کیا نکالا؟

۵۔ مسافر نے کیا دھمکی دی اور پھر کیا حرکت کی؟ اسد نے کیا کیا؟

۶۔ بیگ کس کے سامنے کھلا ہوا پڑا تھا؟ بیگ میں موجود پوٹلی میں کیا تھا؟

۷۔ مسافر نے فوری طور پر کیا بیان دیا؟

۸۔ مسافر نے پرس کیوں نکالا تھا؟

۹۔ اسد کے ساتھ چیف کا رویہ کیوں بدل گیا؟

۱۰۔ چیف نے مسافر سے کیا کہا تھا؟

۱۱۔ اخراج گیٹ کا سپاہی کیوں بھاگتا ہوا آیا؟

۱۲۔ ایماندار اسد کے ساتھ کیا ہوا؟

۱۳۔ مندرجہ ذیل واحد الفاظ کی جمع اور جمع کے واحد لکھیے۔

چیز۔ باتیں۔ مسافر۔ ہیرے۔ لاکھوں۔ آنکھیں۔ بیسیوں۔ جہاز۔ راستے۔ پٹی۔ آنسوؤں۔
گلے۔ تحفے۔ اشارے۔ جواہرات۔ سبب۔ دوست۔ کہانی۔

۱۴۔ مندرجہ ذیل جملوں میں دیکھیے کہ وہ لفظ جس کے نیچے لکیر ہے، واحد کے طور پر استعمال ہوا ہے یا جمع کے۔ سامنے کے خانے میں واحد یا جمع پر نشان لگائیے:

جملہ		
(الف) ہوائی جہاز دنیا بھر سے آتے اور جاتے ہیں۔	واحد	جمع
(ب) سیکڑوں مسافر اترتے اور چڑھتے ہیں۔	واحد	جمع
(ج) اس راستے پر بھی نظر رکھتا ہے۔	واحد	جمع
(د) لوگوں کے پاس بہت سامان تھا۔	واحد	جمع
(ہ) ہاتھ کے اشارے سے دو سپاہیوں کو بلایا۔	واحد	جمع
(و) آگے بڑھ کر گلے سے لگا لیا۔	واحد	جمع

۱۵۔ اس سبق سے آپ کو کون کون سی نئی معلومات ملیں؟

لطیفے اور پہیلیاں

ایک شخص نے اپنے دوست سے کہا'' نہ معلوم کیوں آج کل نیند نہیں آ رہی، ساری رات کروٹیں بدلتے گزر جاتی ہے''۔

دوست نے جواب دیا'' اس کا علاج تو بہت آسان ہے۔ بستر پر آنکھیں بند کر کے لیٹ جاؤ اور تصوّر کرو کہ تم ہرے بھرے کھیت میں کھڑے ہو اور تمھارے سامنے بے شمار بھیڑیں ایک قطار میں گزر رہی ہیں، تم انھیں ایک ایک کر کے گنتے جاؤ، ذرا دیر میں نیند آ جائے گی۔''

اس شخص نے کہا'' ٹھیک ہے میں آج ہی یہ ترکیب آزماتا ہوں''۔

دوسرے روز جب دونوں ملے تو نیند کی ترکیب بتانے والے دوست نے دریافت کیا۔

'' کہو بھئی بھیڑیں گنیں؟''

'' ہاں گنیں''۔ دوسرے نے جواب دیا۔

'' کتنی''۔ پہلے نے پوچھا۔

'' تیس ہزار سات سو اناسی۔ دوسرے نے جواب دیا۔

'' پھر آئی؟'' پہلے نے ذرا دلچسپی سے پوچھا۔

'' ہاں آئی تو، لیکن نیند نہیں، بلکہ صبح کی چائے آئی۔'' دوسرے نے جواب دیا۔



ایک صاحب کسی کے ہاں مہمان بن کر آئے اور ٹلنے کا نام نہ لیا۔ یہاں تک کہ میزبان اُن سے عاجز آ گیا۔ ایک روز میزبان دفتر سے لوٹتے ہوئے راستے میں یہی سوچتا ہوا آ رہا تھا کہ ان سے کس طرح چھٹکارا پایا جائے۔ آخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے گھر میں داخل ہوتے ہی کسی بہانے بیوی پر برسنا شروع کر دیا۔ بیوی نے جھلّا کر جواب دیا'' میرا تو خود تمھارے گھر کے دھندوں سے ناک میں دم آ گیا ہے۔ میں تو اپنے میکے جاتی ہوں۔''

مہمان نے جب میاں بیوی کی یہ تکرار سُنی تو اپنا سامان سمیٹ کر خاموشی سے باہر نکل گیا۔ مہمان کے نکلتے ہی شوہر نے بیوی سے کہا'' ارے میں سچ مچ تھوڑا ہی ڈانٹ رہا تھا۔''

بیوی مسکرا کر بولی'' ارے میں کون سی سچ مچ میکے جا رہی تھی''۔

اتنے میں دروازہ کُھلا اور مہمان یہ کہتا ہوا گھر میں داخل ہوا: ''اور میں کون سا سچ مچ یہاں سے چلا گیا ہوں۔''



کوئی سیّاح سیر کرتا ہوا ایک تاریخی شہر سے گزرا۔ وہاں اس نے اپنی رہنمائی کے لیے ایک شخص کو ساتھ لیا۔ سیّاح اس شہر کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چناں چہ اس نے اس آدمی سے کہا: ''آؤ آپس میں سوال جواب کرتے ہیں، جو سوال کا جواب نہ دے سکے وہ دو روپے ادا کرے''۔ اس شخص نے کہا: ''مجھے منظور ہے۔ لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ آپ بھی دو روپے دیں اور میں بھی دو روپے دوں۔ آپ نے تو ساری دنیا دیکھی ہے۔ آپ کی معلومات تو بہت وسیع ہوں گی اور میں تو اس شہر سے باہر ہی نہیں نکلا ہوں۔ یوں کیجیے، آپ جواب نہ دے سکیں تو دو روپے دیں اور میں جواب نہ دے سکوں تو ایک روپیہ دوں''۔ سیّاح اس پر راضی ہو گیا اور کہا: ''پہلے تم پوچھو''۔ اس شخص نے کہا: ''بتایئے دنیا میں سب سے بڑی ٹوپی کون پہنتا ہے؟''

سیّاح نے کچھ دیر سوچ کر کہا ''مجھے نہیں معلوم۔ لو یہ دو روپے۔ اب تم بتاؤ''

اس شخص نے جواب دیا: ''مجھے بھی نہیں معلوم۔ یہ لیجیے ایک روپیہ''۔



پہیلیاں

۱۔ دیکھی ہم نے رات کی رانی .... آگ سے جس کی ٹپکے پانی۔

۲۔ اندھا ہے پر راہ دکھائے .... آنکھ وہ اندھوں کی کہلائے۔

۳۔ دو غاروں کے دو رکھوالے .... دونوں لمبے دونوں کالے۔

۴۔ لال گائے لکڑی کھائے .... پانی پیے اور مر جائے۔

۵۔ ایک تھال موتیوں بھرا .... سب کے سروں پر الٹا دھرا۔

۶۔ ایک درخت کی پانچ ہیں شاخیں .... دو ہیں دھوپ میں تین سائے میں۔

۷۔ سر کاٹو تو امن بنے اور پاؤں کاٹو تو پیالا .... امیر خسروؒ یوں کہے کہ رنگ ہے اس کا کالا۔

۸۔ ہری تھی من بھری تھی نو لاکھ موتی جڑی تھی .... راجہ جی کے باغ میں دوشالہ اوڑھے کھڑی تھی۔

مشق

۱۔ آپ کو کوئی اور لطیفہ یاد ہو تو سُنائیے۔

۲۔ لطیفوں کو ہم کیوں پسند کرتے ہیں؟

۳۔ پہیلی کسے کہتے ہیں؟

۴۔ ذیل کے الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

کروٹ، تصُور، قطار، ترکیب، دریافت، مہمان، ٹلنا، میزبان، چھٹکارا، تکرار۔

۵۔ اپنے دوست کو ایک خط لکھیے جس میں کسی ایسی محفل کا ذکر ہو جہاں آپ نے اپنے دوستوں سے لطیفے سُنے ہوں۔

۶۔ ذیل کے غلط جملوں کو درست کیجیے:

(ا) میں نے اسکول جانا ہے۔

(ب) حامد نے کتاب پڑھا۔

(ج) احمد کو بولو بازار سے کتاب لے آئے۔

(د) تم اس قلم کے ساتھ خط لکھو۔

(ہ) سلیم نے اکرم کے ساتھ بولنا بند کر دیا ہے۔

☆

پہیلیوں کے جواب

(۱) موم بتی (۲) لاٹھی (۳) مونچھیں (۴) آگ

(۵) آسمان (۶) نماز (۷) جامن (۸) مکئی کا بھٹہ

خضر کا کام کروں

درد جس دل میں ہو میں اس کی دوا بن جاؤں
کوئی بیمار اگر ہو تو شفا بن جاؤں
دکھ میں ملتے ہوئے لب کی میں دعا بن جاؤں

اُف وہ آنکھیں کہ ہیں بینائی سے محروم کہیں
روشنی جن میں نہیں نور جن آنکھوں میں نہیں
میں اُن آنکھوں کے لیے نور و ضیا بن جاؤں

ہائے وہ دل جو تڑپتا ہوا گھر سے نکلے
اُف وہ آنسو جو کسی دیدۂ تر سے نکلے
میں اُس آنسو کے سکھانے کو ہوا بن جاؤں

دُور منزل سے اگر راہ میں تھک جائے کوئی
جب مسافر کہیں رستے سے بھٹک جائے کوئی
خضر کا کام کروں راہ نما بن جاؤں

عمر کے بوجھ سے جو لوگ دبے جاتے ہیں
ناتوانی سے جو ہر روز جھکے جاتے ہیں
ان ضعیفوں کے سہارے کو عصا بن جاؤں

(حامد اللہ افسر)

تیار کردہ: مڈل اسکول پراجیکٹ، اسلام آباد

منظور شدہ: وفاقی وزارتِ تعلیم (شعبہ نصاب)

حکومتِ پاکستان، اسلام آباد

بطور واحد درسی کتاب برائے مدارسِ صوبۂ سندھ

قومی ترانہ

پاک سَرزمین شاد باد کِشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام قُوّتِ اُخُوّتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پرچم ستارہ و ہلال رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

سلسلہ وار نمبر ۲۷۶۲ آزمائشی اشاعت پبلشر کوڈ نمبر 6

ماہ و سالِ اشاعت	ایڈیشن	تعداد	قیمت
اپریل 2004	سوم	25,000	16.70